



سفیرِ حق

نثار

محمد رضاء المصطفیٰ

مدرس

جامعہ رضویہ ضیاء القرآن ۔ ڈنگہ ۔ ضلع گجرات



سفیرِ حق

محمد رضا المصطفیٰ

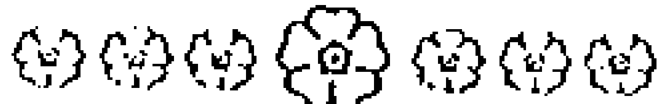
مدرس

جامعہ رضویہ ضیاء القرآن ۔ ڈنگہ ۔ ضلع گجرات

نام کتاب سفیرِ حق
مؤلف محمد رضاءالمصطفےٰ
سال اشاعت 2000ء
ناشر انجمن محبان نظامِ مصطفےٰ
اشاعت بارِ اول
تعداد 500
پرنٹر زاویہ ۸ سی دربار مارکیٹ لاہور

مراکز ترسیل

جامعہ رضویہ ضیاءالقرآن عید گاہ ڈنگہ ضلع گجرات
دارالعلوم مہریہ غوثیہ سلطان العلوم حاصلانوالہ شریف
تحصیل پھالیہ منڈی بہاؤالدین
آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف میرپور آزاد کشمیر



فہرست

انتساب

ان علمائے حق کے نام جنہوں نے ظلمت کدۂ جہالت میں حوادثات کے طوفانوں کے سامنے چراغ حق کو فروزاں رکھا

سوئے دریا تحفہ آور دم صدف
گر قبول افتدز ہے عزوشرف

اعتراف

مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا مکمل احساس ہے میں جانتا ہوں کہ قلم کی لغزش سے صاحب قلم کی شخصیت پر کیا اثر پڑتا ہے،

تاہم اپنی بساط کے مطابق اپنی سی کوشش کی ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی دیکھیں تو میری رہنمائی فرمائیں۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں التجاء ہے بوسیلہ سید المرسلین اس حقیر سی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوۃ

والسلام علی سیدالمرسلین وعلی الہ واصحابہ

اجمعین: امابعد

خدائے بزرگ وبرتر نے محض اپنے فضل خاص سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو خلافت کی خلعت فاخرہ سے نوازا اور مسجود ملایکہ ٹھہرایا۔ اپنے مقربین بارگاہ فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فوقیت اور برتری ظاہر کرنے کے لئے من جملہ صفات میں سے جس صفت کا انتخاب ہوا وہ ہے صفت علم، اور اس شان رفیع کا ذکر اپنی کتاب لاریب میں بڑے حسین انداز میں اور خوبصورت الفاظ میں یوں فرمایا:۔

وعلم آدم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکة

فقال انبؤانی باسماء هؤلا ان کنتم صدقین.

اور اللہ کریم نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے

پھر سب اشیاء ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان اشیاء

کے نام تو بتاؤ۔ (کنزالایمان)

انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جمیع صفات کمالیہ سے متصف بھی ہے اللہ کریم نے جو خوبی سب سے پہلے اسے عطا کی وہ علم ہے یہ وہ

نعمت عظمیٰ ہے جو تمام نعمتوں اور فضیلتوں کیلئے اساس اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے تبھی تو منعم حقیقی نے اسے جملہ اوصاف سے مقدم فرما کر ملائکہ پر عظمت و رفعت انسان کے اظہار کا ذریعہ اور علت بنایا ہے۔

علم ہی سے تعمیر آدمیت اور تکمیل انسانیت ہے کیونکہ خلاق عالم نے علم کو انسان کی فطرت سلیمہ میں بنیادی حیثیت عطا فرمائی ہے۔ جیسے حسن و خوبی کے پروردگار نے انسان کو احسن تقویم پر تخلیق فرمایا ہے۔ اور اسے اپنے فن کا شاھکار قرار دیا ہے قیامت تک آنے والی نسل انسان اسی سانچے اور قالب میں ڈھل کر آتی رہے گی اور اس کے خدوخال میں ذرا سی بھی تبدیلی اور تغیر کار دنما ہونا بعید از قیاس اور حسن ظاہری میں نقص شمار ہوتا ہے نیز جسم انسان کے کسی بھی حصے میں تبدیلی کو جدت کا نام دینا کسی طور پر بھی درست اور مناسب نہیں اسی طرح اللہ جل وعلاء نے حضرت آدم علیہ السلام کو شرف علم سے مشرف اور صفت خرد سے متصف فرمایا ہے تو جب تک حضرت انسان اس خوبی کو اپنائے رکھے گا تو وہ شرف کمال حاصل کرتا رہے گا بصورت دیگر اگر اس کا دامن دولت علم سے تہی ہوگا تو وہ زوال کی زد میں آجائے گا۔ حسن عمل کو علم کا متبادل ٹھہرانا نادانی کے سوا کچھ بھی نہیں کیونکہ علم و عمل کا چولی دامن کا ساتھ ہے علم بغیر عمل اور عمل بغیر علم کے سراب کے سوا کچھ نہیں بایں سبب کہا جاتا ہے:

"قلت العمل مع العلم كثير و كثرة العمل مع الجهل قليل."

نبی رحمت نورِ مجسم اور فخر عالم ﷺ نے خلیفۃ اللہ کی اس فطرت ثانیہ اور خصوصیت اعلیٰ کو بایں الفاظ بڑے روح پرور اور دلنشیں انداز میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے۔

حضرت کثیر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ

نے فرمایا:

"ان فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سائر الکواکب"

عالم کو عبادت گزار پر اسی طرح فوقیت اور برتری حاصل ہے جس طرح بدر کی شب ماہ تمام کو باقی ستاروں پر فضیلت اور مرکزیت حاصل ہوتی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ص ۳۴)

ایک دوسری حدیث میں یوں ارشاد فرمایا:

"فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم"

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح مجھے تم میں سے ادنیٰ ترین پر فضیلت اور بزرگی حاصل ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۴)

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"ان العالم یستغفر له من فی السموات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء"

عالم دین کیلئے آسمانوں و زمین میں موجود ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی ہے یہاں تک کہ پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی بخشش طلب کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا۔ احادیث اس بات پر شاہد عادل ہے کہ بقائے عالم سلامتی عالِم میں ہے اس لیے آفتاب دماہتاب ستارے سیارے بلکہ اس خاکدان عالم کا ذرہ ذرہ عالم دین کیلئے دست بدعا ہے کیونکہ ان تمام اشیاء کی بقاء اور دوام کا انحصار عالم دین کی بقاء سے وابستہ ہے ایک حدیث پاک میں آتا ہے سرورِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بهم یمطرون وبهم یرزقون"

یعنی علماء دین کی برکتوں سے بارش برستی ہے اور انہی کی بدولت مخلوق کو رزق کی فراوانی ارزانی کی جاتی ہے۔

چاند، سورج سے کسب نور کے بعد شب دیجور کی تاریکیوں اور ظلمتوں کو کافور کر دیتا ہے بالکل اسی طرح عالم دین نبوت ورسالت کے آفتاب جہاں تاب سے اکتساب فیض کے بعد گم کردہ راہوں کو نہ صرف نشان منزل کی خبر دیتا ہے بلکہ راہ نوردِ شوق کو منزل آشنا بھی کر دیتا ہے دولت علم اگر عمل کے نور سے محروم ہو تو اس کی مثال اسی چراغ جیسی ہے جو چوراہے پر تمام رات خود جل کر راہ گیروں کو منزل مقصود کا پتا دیتا ہے مگر اپنی منزل سے نا آشنا جل کر خاکستر ہو جاتا ہے ایسے وہ عالم جو دوسروں کو راہ راست بتاتا ہے مگر شومئی قسمت سے خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتا اس کی ہدایت سے دوسرے لوگ مراد زیست کو پا لیتے ہیں مگر وہ خود مقصد حیات سے محروم رہتا ہے۔

جب یہی علم صحت عقائد، عمل صالح اور زہد و تقوای کی پونجی لے کر میدان کارزار میں اترتا ہے تو پھر اس کی مثال اس رہبر اور ھادی کی طرح ہوتی ہے جو ہاتھ میں چراغ لیے منزل پر کھڑا ہو اور بھٹے ہوئے قافلہ کو اپنی طرف بلا رہا ہو اب اس شخص کی آواز، اس کی سمت اور اس کے نقوش قدم ہر گم گشتہ راہ کیلئے خضر راہ اور مشعل راہ ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس لیے ترجمان حقیقت علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

دردونِ خانہ برپا ہنگاموں پر اطلاع صرف علم کی موشگافیوں اور عقدہ

کشائیوں سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ توفیق الٰہی سے عمل صالح کی بھی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے اور عمل صالح تب مقبول ہوتا ہے جب اس پر کسی مقبول بارگاہ کی مہر ثبت ہو اسی لیے علامہ اقبال فرماتے ہیں

؎ دین مجو اندر کتب اے بے خبر
علم و حکمت از کتب دین از نظر

(اقبال)

کیونکہ

؎ مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

دور قدیم میں یہ تینوں خصلتیں اور خصوصیتیں (یعنی علم، صحت عقائد اور عمل صالح) ہمیشہ یکجا ہی ملتی تھیں جو شخص جتنا بڑا عالم ہوتا تھا اسی قدر وہ زھد تقوی میں امام اور پیشوا بھی مانا جاتا تھا مگر رفتہ رفتہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان کی راہیں جدا جدا ہونے لگیں اور علماء عمل سے بیگانہ اور صوفیاء علم سے جدا گانہ راہ پر گامزن ہوتے چلے گئے اور ان کے مابین ایک وہ طبقہ پیدا ہوا جس نے غیر مسلموں اور مشنریوں کا وضع کردہ غیر معیاری نصاب تعلیم کو پڑھ کر عقائد صحیحہ سے بے زاری اور اسلام سے لاتعلقی کا مظاہرہ کیا اور بزعم خویش تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ طبقہ کے طور پر خود کو متعارف کروایا۔

بہر کیف اس پر آشوب اور پر فتن دور میں اس کامل مثلث کا ایک ذات میں مجتمع پایا جانا کسی کرامت سے کم نہیں۔ الحمد للہ مذہب حق اہلسنت و جماعت میں آج بھی ایسی ہستیاں جلوہ گر ہیں جو علم کا پیکر اور تقوی، اور پرہیزگاری کا مجسمہ ہیں۔ انہیں بلند اقبال شخصیات میں سے ایک سربر آوردہ ہستی کا ذکر خیر مقصود ہے۔

جو.........صرف ایک ذات نہیں بلکہ ذات واحد میں کائنات کی خوبیوں کی حامل ہے۔
جس.........کی حیثیت صرف ایک فرد کی نہیں بلکہ انجمن کی سی ہے۔
جو ....شریعت وطریقت کا حسین امتزاج ہے۔
جو ....علم وعمل کی معراج پر فائز ہے۔
جس.........کے سر ناز پر حلم وبردباری کا تاج سجا ہے۔
جو ....حکمت ودانائی کا پیکر ہے۔
جو ....اخلاق کریمانہ کا مجسمہ ہے۔
جو ....سراپا شفقت ومحبت ہے۔
جو ....عزم وہمت کا کوہِ گراں ہے۔
جو ....مجسم صبر ورضا ہے۔
جو ....پوری زندگی صراط مستقیم پر ثابت قدم رہا۔
جس.........نے ساری زندگی قرآن وحدیث کی تعلیم دی۔
جس.........نے پوری زندگی دین کی نشر واشاعت میں بسر کر دی۔
جو ....ساری زندگی اسلام کی ترویج کے لئے کوشاں رہا۔

میری مراد عالم امور شریعت واقف رموز طریقت عارف اسرار حقیقت استاذ العلماء سر تاج المدرسین حضرت مولانا سلطان احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات ستودہ صفات سے ہے۔ جنہوں نے علم کی دھلیز پر قدم رکھتے ہی متلاشیان علم وحکمت کی رہنمائی کا فریضہ سر انجام دینا شروع کیا جو بھی طلب دین لے کر حاضر خدمت ہوا اس کے دامن کو علم کے جواہر سے بھرتے رہے۔
گو بظاہر آج وہ ہم میں تشریف فرما نہیں ہیں۔ مگر ان کی حسین یادیں

اور خوبصورت باتیں ہمارے لئے سرمایہ حیات ہیں۔ ترویج اسلام کے لیے انکے کارھائے نمایاں، دینی، قومی، ملی اور تدریسی خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی۔ ان کے حضور ساحر لدھیانوی کا قطعہ ھدیہ کرتا ہوں :

تو میرے پاس نہ تھا پھر بھی سحر ہونے تک
تیری ہر سانس میری روح کو چھو کر گزری

☆☆☆

قطرہ قطرہ تیرے دیدار کی شبنم ٹپکی
لمحہ لمحہ تیری خوشبو سے معطر گزرا

مقبولان بارگاہ قدس کی سیرت پاک کا تذکرہ اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ آنے والی نسلیں اس مشعل ہدایت سے کسب نور وضیاء کے بعد راہ صواب پر گامزن ہو سکیں۔ اور اپنی زندگیوں کو ان انعام یافتہ لوگوں کی تعلیمات کے مطابق بسر کر سکیں۔ اور ان کی بے پایاں برکتوں سے فیض یاب ہو سکیں۔ کیونکہ

"الابذکر الصالحین تنزل الرحمة"

صالحین کا ذکر خیر رحمت خداوندی کے نزول کا سبب ہوتا ہے

اس کار عظیم میں جن احباب نے میری معاونت فرمائی میں انکا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ کیونکہ آقائے نامدار سلطان خوباں محبوب کردگار ﷺ کا فرمان ذیشان ہے۔

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (الحدیث)

جو مخلوق کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوتا ہے وہ خالق کا شکر ادا کرنے سے بھی عاجز رہتا ہے۔ خصوصا میرے اس شکریہ کے مستحق ہیں عزیزم مولانا محمد بشیر صاحب کشمیری جنہوں نے میری خواہش پر قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمۃ کی

خدمت میں بیٹھ کر حالات و واقعات کو احاطہ تحریر میں لائے۔ میں صاحبزادہ والا شان جناب عبدالصمد صاحب عابد کا صمیم قلب سے ممنون ہوں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کام میں مواد کی فراہمی میں میری مدد فرمائی علاوہ ازیں مولانا عبدالشکور صاحب۔ مولانا عبدالمعید صاحب۔ قاری محمد اعظم صاحب اور مولانا محمد سجاد یوسف رضوی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان احباب نے مسودہ کی پروف ریڈنگ میں تعاون فرمایا۔ خدا ان تمام دوستوں کو جزائے خیر سے نوازے آمین۔

اور عزیزم محترم جناب صاحبزادہ ظہیر الدین صاحب معظمی کا بھی ممنون احسان ہوں جنہوں نے نہایت خلوص سے مضامین میں خوبصورت رنگ بھر کر انہیں مزین اور آراستہ و پیراستہ کیا۔ علاوہ ازیں محترم و مکرم جناب قاری محمد شریف سیالوی صاحب اور جامعہ رضویہ ضیاء القرآن ڈنگہ کے جملہ طلبہ کی ھمہ جہت معاونت پر ان تمام کا بھی شکر گزار ہوں۔ (خدائے لم یزل ان کے علم و عمل میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین)

بجاہِ سید المرسلین

محمد رضاء المصطفیٰ عفی عنہ

ولادت باسعادت

سلطان المدرسین استاذ المحدثین رئیس المناطقہ مجمع الشریعت والطریقت فقیہ العصر جامع المعقول والمنقول شیخ المشائخ حضرت مولانا سلطان احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں اس عالم آب و گل میں جلوہ فرما ہوئے۔

جائے ولادت:

جائے ولادت قریہ سانتل نزد پیر وشاہ ضلع گجرات ہے آپ کے آباؤ اجداد کا مسکن بھی یہی قریہ سانتل ضلع گجرات رہا ہے۔

آباؤ اجداد:

آپ کے والد گرامی میاں فتح محمد مرحوم کا شمار گاؤں کے پڑھے لکھے افراد میں تھا۔ میاں صاحب نے اپنی اولاد کی پرورش اپنی آبائی زمین پر کاشت کاری کے ذریعے حاصل کردہ رزق حلال سے کی تاہم کھیتی باڑی کے ساتھ ساتھ جلالپور صوبتیاں امدادی سکول میں استاد کی حیثیت سے پڑھاتے رہے آپ کے آباؤ اجداد کا علم و فضل اور دین سے گہرا تعلق تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کی پہچان قومیت کی بجائے علم تھا جس کی وجہ سے وہ میاں کے نام سے معروف ہو گئے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں میاں غلام محی الدین صاحب کرامت ولی مشہور تھے۔ نسباً آپ کھوکھر (علوی) تھے

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے قریب قصبہ پیر وشاہ میں حاصل کی

چھٹی جماعت تک اسی قصبہ پیر دشاہ میں زیر تعلیم رہے اور چھٹی کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایک قریبی قصبے فتح پور کے ایک ماڈل سکول میں داخلہ لیا اور ۱۹۲۹ میں اسی اسکول سے فارسی میں مڈل پاس کیا۔

اہل نظر کی نظر میں:

جب یہی راہ نورد شوق عزم و ہمت کا زادِ راہ لئے علم کی عظمتوں اور رفعتوں کے حصول کے لیے محوِ سفر ہوتا ہے تو پھر اس مقصد عظیم کی راہ میں ہر قسم کی پیش آمدہ رکاوٹوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرتا ہے اسی زمانہ کی بات ہے جب قبلہ استاذ گرامی مڈل کا امتحان دینے کی غرض سے اپنے جملہ ساتھیوں کے ہمراہ گجرات جلوہ گر ہوئے تو قبل از امتحان آپ کے تمام دوستوں کے باہمی مشورے سے حضرت بابا کرم الہی المعروف حضرت کانواوالی سرکار کے حضور برائے دعا حاضر ہونے کا پروگرام بنایا راستہ میں کچھ احباب نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا کہ آج دیکھتے ہیں کہ حضوت کانواوالی سرکار کی دعا کیا رنگ لاتی ہے ان کی یہ بات سن کر قبلہ استاذ گرامی نے فرمایا اھل اللہ کے ہاں انکی آزمائش اور امتحان کی غرض سے نہیں جاتے بلکہ اولیاء اللہ کے ہاں نیاز کیشی کے لیے پیکر عجز وانکسار بن کر حاضر ہوتے ہیں بعد ازیں یہی قافلہ جب حضرت کانواوالی سرکار کی جناب میں پہنچا تو آپ نے قبلہ استاذ گرامی کو دیکھتے ہی فرمایا "تو تر گیا ایں۔" یعنی کامیابی و کامرانی اور فوز و فلاح تیرا مقدر بن چکی ہے اور جو لڑکا آزمائش کے لیے آیا تھا حضرت سائیں صاحب نے روئے سخن اس کی طرف کرتے ہوئے فرمایا تیرا منہ کالا ہووے دا" یعنی تیری کامیابی کے سبھی راستے مسدود ہو جائیں گے۔

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

کے مصداق دنیا نے قبلہ استاذ گرامی کی کامرانیوں کا مشاہدہ کیا۔

سانچ کو آنچ نہیں :

عام طور پر بچپن کا دور لاابالی اور غیر سنجیدگی کا دور ہوتا ہے اس دور میں بچے سے سرزد ہونے والے ہر فعل کو بچپن اور معصومیت کے پردے میں چھپا کر صحرائے نسیاں کے سپرد کر دیا جاتا ہے مگر قدرت جن لوگوں کو کسی خاص مشن اور مقصد کے لیے محض اپنی رحمت کاملہ سے منتخب فرمالیتی ہے ان کے اعضاء بدن عام لوگوں کی نسبت مختلف وضع کے حامل ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قبلہ استاذ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے سراپا کو جب ایک مرد خود آگاہ نے بنظر غائر دیکھا تو اس کی نگاہیں آپ کی انگلیوں پر ٹھہر گئیں اور وہ یوں گویا ہوا کہ اس بچے کی انگلیوں کی بناوٹ خالق ارض و سمانے کچھ یوں بنائی ہے کہ جو اعلان کر رہی ہے کہ یہ بچہ اپنی خداداد ذہانت و فطانت کی بدولت اپنا آشیانہ اوج ثریا پر بنائے گا۔

علوم دینیہ :

قدرت کے فیصلے بڑے عجیب اور انوکھے ہوا کرتے ہیں انسانی تدابیر ان کے سامنے بے حس ہو جایا کرتی ہیں ۱۹۲۱ء کی بات ہے جب قبلہ استاذ گرامی مڈل کا امتحان پاس کر چکے تھے تو آپ کے برادر اکبر نے گرد و پیش کے ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے۔ اپنے برادر اصغر کو ایسے کام میں مشغول کرنے کا خیال کیا جو باعزت ہونے کے ساتھ دور حاضر کے تقاضوں پر بھی پورا اترتا ہو چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد انہوں نے قبلہ استاذ گرامی کے لیے پٹوار کے شعبہ کا انتخاب فرمایا نتیجتاً آپ کو ایک ہندو پٹواری کے ساتھ منسلک کر دیا گیا چونکہ قدرت خداوندی نے آپ کو کسی اور کار عظیم کی انجام دہی کیلئے چن رکھا تھا اسلئے آپ صرف ایک روز ہی اس کے ساتھ رہے شام کو گھر آکر سوچا یہ پٹواری ایک تو کافر ہے جو بہت بڑا

عیب ہے اور دوسرے نمبر پر رشوت خور بھی ہے الحمد اللہ خداوند قدوس نے مجھے دولت ایمان سے سرفراز فرمار کھا ہے میری کوئی بھی قدر اس سے مشترک نہیں ہے اور یہ بھی ایک مسلمان کی شان کے منافی بات ہے کہ وہ پاپیادہ ایک کافر گھڑ سوار کا دفتر اٹھائے گلی کوچوں میں گھومتا پھرے چنانچہ دوسرے روز آپ نے اس کے ہمراہ جانے سے انکار کر دیا کیونکہ قسام ازل نے آپ کے لئے دنیا کی غلامی نہیں بلکہ دین و دنیا کی امامت لکھ رکھی تھی بعد ازیں آپ برادر معظم کی ہدایت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مزید حصول علم دین کے لیے چل نکلے اور جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ عبدالحمید صاحب سے دینی تعلیم کا آغاز فرمایا جو ان دنوں جامع مسجد فیکٹری پتو کی میں خطیب تھے آپ نے ان سے درس نظامی کی ابتدائی عربی اور فارسی کتب پڑھیں اس کے بعد آپ تلاش علم میں اچھرہ لاہور جا پہنچے وہاں دار لعلوم جامعہ فتحیہ قمریہ میں داخل ہو کر حضرت استاذ العلماء علامہ مولانا دوران شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کافیہ تک پڑھا اور طب کی تعلیم حاصل کی پھر وہیں پر حضرت علامہ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا غوجی مرقات، قال اقول اور شرح تہذیب وغیرھا کتب پڑھیں پھر آپ کا ذوق علمی اور وارفتگی آپ کو کشاں کشاں حضرت استاذ المدرسین سرتاج الاتقیاء بحر العلوم گنجینہ علم حکمت واقف رموز شریعت استاذ العرب والعجم مولانا حافظ مہر محمد چشتی گولڑوی کی خدمت میں لے گیا جن سے آپ نے جملہ متداولہ کتب پڑھیں آپ نے اس جوہر کم یاب کو علمی اور روحانی تراش خراش کے بعد ایک چمکتا دمکتا ہیرا بنا دیا۔

والد کی وفات :

راہ حق میں اللہ کریم اپنے بندوں کی آزمائش ضرور کرتا ہے فقط طریقہ

کار کا فرق ہوتا ہے چنانچہ آپ کو بھی کڑی آزمائشوں میں ڈالا گیا جن میں ایک آزمائش زمانہ طالب علمی میں والد گرامی کے سایہء عاطفت سے محروم ہونا بھی ہے لہذا قانون فطرت کے مطابق آپ کے والد گرامی 80 برس اس دنیا فانی میں گزار کر ایک نئی زندگی سے آشنا ہونے کے لیے آپ کو تنہا چھوڑ گئے مگر اس پیکر استقامت کے پاؤں میں لغزش نہ آئی اور انتہائی صبر اور حوصلے کے ساتھ اپنی تعلیم کو جاری رکھا آپ حصول تعلیم میں اس قدر منہمک ہوئے کہ دس بارہ سال کے سفر کو فقط پونے چار سال میں مکمل کر لیا۔

ذہانت و فطانت :

ذہانت و فطانت کا یہ عالم تھا کہ تمام ذہین طلبا میں ہمیشہ سر فہرست رہے آپ کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے آپ ایک سال جو کتابیں پڑھتے اگلے سال وہی کتابیں پڑھاتے مگر دوسرے سال آپ کی اپنی پڑھائی میں کوئی فرق نہ آتا اور پھر اسی طریقے سے وہ کتابیں جو دس بارہ سال کا عرصہ لیتی ہیں فقط پونے چار سال میں حضرت کو ازبر ہو چکی تھی اسی لیے حضرت قبلہ استاذ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ سے خصوصی شفقت کا برتاؤ فرماتے اور اپنے ہی مدرسہ میں جب ایک فرض شناس مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی تو نگاہ انتخاب اسی ہو نہار طالب علم پر پڑی جو ابھی خود جوہر علم کا متلاشی تھا حکم فرمایا کہ خود بھی پڑھا کرو اور مبتدی طلبا کو بھی پڑھایا کرو یوں آپ نے اپنے استاذ گرامی کے حکم پر تدریس کا آغاز فرمایا اور پھر باایں ہمہ مصروفیات کے فقط پونے چار سال کے قلیل عرصے میں اس مدرسہ سے کامل مدرس بن کر نکلے کہ آپ کی سند پر قبلہ استاذ گرامی کے دست مبارک کی یہ اعتماد سے بھرپور تحریر موجود تھی کہ "یہ مولوی صاحب میرے پاس پڑھاتے رہے ہیں"

سند فراغت:

وہ سفر جس کی ابتداء آپ نے بڑی بے سروسامانی کی حالت میں ۱۹۳۱ء میں کی تھی بالآخر استاذ الکل حضرت مولانا مہر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ سے ۱۹۳۴ء میں سند فراغت حاصل کر کے پایہ تکمیل تک پہنچایا دوران تعلیم اپنے استاذ مکرم کے حکم سے جو کتب ایک سال پڑھتے وہی کتب دوسرے سال اپنی تعلیم جاری رکھنے کے ساتھ پڑھاتے بھی رہتے صرف یہی نہیں بلکہ یہ تمام نصاب آپنے فقط پونے چار سال میں مکمل کر لیا۔

تدریس:

قبلہ استاذ گرامی نے جملہ مروجہ و غیر مروجہ علوم سے فراغت پا کر ۱۹۳۴ء میں تدریس کی صورت میں اپنی عملی زندگی کا آغاز فرمایا قاعدہ تدریس کا آغاز ضلع گجرات میں واقع شیخ الشیوخ حضرت پیر محمد ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم "خدام الصوفیا" سے فرمایا انہی دنوں حضرت شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی مدرسہ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز تھے۔

حاصلانوالہ آمد:

1935ء کے اواخر میں پہلی مرتبہ حاجی بابا کرم الٰہی مرحوم و مغفور آف حاصلانوالہ گاؤں کے چند دیگر احباب کے ہمراہ گجرات قبلہ استاذ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے علاقے حاصلانوالہ میں آپ کی خدمات کے خواہاں ہوئے الغرض ان کے پیہم اصرار پر آپ نے قریہ حاصلانوالہ میں آنا قبول فرمالیا۔

مسلک و مشرب :

قبلہ استاذ گرامی راسخ العقیدہ سنی اور مشرباً حنفی تھے۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دھلوی اور امام اھل سنت مجدد دین وملت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنھما کے پیرو کار تھے۔

تاجدار گولڑہ کے حضور

بیعت :

جیسا کہ اسلاف کی سنت ہے کہ وہ جملہ علوم ظاہری حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوتے رہیں ہیں اس کے لیے وہ کسی شیخ کامل کی تلاش کرتے اور اپنا مقصد مراد حاصل کرتے چنانچہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے استاد صاحب قبلہ نے گجرات کے زمانہ قیام کے دوران ۱۹۳۴ء میں گولڑہ شریف کا سفر فرمایا گولڑہ شریف میں آپ نے استخارہ فرمایا تو خواب دیکھا کہ ایک چشمہ ابل رہا ہے اور سب لوگ اس سے پانی پی رہے ہیں۔ مگر میں ایک طرف بیٹھا ہوں۔ قبلہ پیر صاحب گولڑی نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تم بھی چشمے سے پانی پیو میں نے بھی پانی پی لیا۔

بیدار ہونے پر تعبیر یہ نکالی کہ قبلہ پیر صاحب سے بیعت کر لینی چاہیے یوں آپنے مجدد گولڑہ سلطان المشائخ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کرلی۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ کو بیعت کرتے ہی حزب البحر، قصیدہ غوثیہ اور قصیدہ بردہ شریف وغیرہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔

دوبارہ گجرات روانگی :

1938ء بابا کرم الہی کی وفات کے بعد حاصلانوالہ میں طلبا کی کفالت کا معقول انتظام نہ تھا کیونکہ حاجی کرم الٰہی مرحوم ہی طلباء کے رہن سہن اور خوردو نوش کا انتظام کرتے تھے ان کی وفات کے بعد گاؤں والوں نے اس طرف توجہ نہ دی قبلہ استاذ العلما دلبرداشتہ ہو کر دوبارہ گجرات میں حضرت شیخ المشائخ پیر محمد ولایت شاہ صاحب کے مدرسہ میں مسند آرائے تدریس ہوئے قبلہ استاذ گرامی کے حاصلانوالہ کو چھوڑ جانے پر وہاں کے لوگوں کو دھچکا سا لگا تب وہ اس طرف متوجہ ہوئے پھر جب علاقہ کے ذی شعور افراد نے محسوس کیا کہ وہ اپنی غیر ذمہ داری اور بے حسی کے باعث خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت سے محروم ہو گئے ہیں تو پیشمان اور نادم ہو کر علاقہ کے چند معزز اور اہم افراد پر مشتمل ایک وفد گجرات استاذ صاحب کے پاس گیا اور اس بات پر مصر ہوئے کہ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما کر واپس گاؤں کی مسند ارشاد کو زینت بخشیں ان لوگوں کے بہت زیادہ اصرار سے پھر آپ نے حاصلانوالہ کے لیے ان کے ساتھ وعدہ فرما لیا دریں اثنا حضرت شہنشاہ ولایت پیر سید ولایت شاہ صاحب کو اس سارے معاملے کا علم ہوا تو وہ بنفس نفیس تشریف لائے اور وہاں رہنے کو کہا قبلہ استاذ صاحب نے پاسداری وعدہ کا عذر فرمایا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں پھر قبلہ پیر صاحب نے آپ کے برادر اکبر ڈاکٹر نور محمد صاحب کو فرمایا کہ وہ کسی طریقے سے استاذ صاحب کو رُکنے پر راضی کریں ڈاکٹر صاحب نے پیر صاحب قبلہ کے حکم کی تعمیل میں استاذ صاحب کے چہیتے شاگرد حضرت پیر طریقت مولانا محمد فاضل صاحب زیب سجادہ آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف کو واسطہ بنا کر ایک حکم نامہ اپ کی طرف بھیجا انہوں نے حکمنامہ پڑھ کر سنایا۔ ازیں بعد دریافت کیا کہ حضور اس قدر دباؤ کے باوجود کیا

آپ حاصلانوالہ تدریس کے لئے تشریف لے چلیں گے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا چونکہ میں وعدہ کر چکا ہوں اس لئے اب وعدہ کی پاسداری میں مجھے بھائی جان کی ناراضگی کی بھی پرواہ نہیں ہے یوں آپ ۲۲ اگست 1938 کو واپس حاصلانوالہ تشریف لے آئے۔

نکاح :

آپ کی ولادت کا سن 1916 ہے اور آپ کی 1940 تک عمر مبارک 25 برس ہو چکی تھی 1940 میں موضع حاصلانوالہ ہی کے ایک زمیندار خاندان کی ایک معزز شخصیت میاں نور عالم صاحب نے اپنی دختر نیک اختر آپ کی زوجیت میں دی اس طرح آپ کا تعلق موضع حاصلانوالہ سے مزید مستحکم ہو گیا۔

مدرسہ کا قیام :

قبلہ استاذ صاحب جب سے حاصلانوالہ تشریف لائے تھے تو تشنگان علوم تمام اطراف سے علم کی پیاس بجھانے کے لیے آنا شروع ہو گئے اور اب چونکہ طلبا کی تعداد بھی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور ان کے قیام کے لیے کوئی خاطر خواہ انتظام بھی نہ تھا اسی چیز کو محسوس فرماتے ہوئے آپنے ایک مستقل دار العلوم کی تعمیر کا ارادہ فرمایا مگر اس کے لیے پہلا مسئلہ زمین کے حصول کا تھا جو اللہ کریم نے یوں حل فرمایا کہ جب آپ نے اپنے ارادے کا اظہار فرمایا آپ کے ایک مرید اور نیاز مند میاں محمد اختر صاحب نے اپنی زمین سے ساڑھے تین کنال جگہ مدرسہ کے لیے وقف کر دی اور یوں آپ نے مدرسہ کی تعمیر کا آغاز فرمایا پھر جیسے جیسے وسائل میسر آتے گئے تعمیری کام جاری رہا۔

نکاح ثانی :

1947ء میں آپ کی زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا جن کے بطن سے

آپ کے دو صاحبزادے ہوئے جو بچپن میں ہی انتقال کر گئے اور ایک صاحبزادی ہوئیں جو بقید حیات ہیں۔ پھر آپ نے اپنے گھریلو معاملات کی باحسن بجا آوری کیلئے اپنے استاذ مکرم استاذ العرب والعجم قبلہ حافظ مہر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رشتہ کے سلسلہ میں عرض کیا اگر کوئی اچھا رشتہ جناب کی نظر میں ہو تو مجھے بذریعہ خط اطلاع فرمایئے گا قبلہ استاذ العلماء نے فرمایا اچھا اللہ بہتر فرمائے گا پھر قبلہ استاذ العلماء نے آپ کو اپنی فرزندی میں لینے کا ارادہ فرمایا اور اس سلسلے میں ایک خط لکھا مگر پھر تقسیم ہند کا عمل شروع ہو گیا لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہونے کے سبب آپ کو خط کا جواب ملنے میں کافی تاخیر ہو گئی اور جب آپ کو اپنے استاذ مکرم کا خط ملا تو آپ دوسرا نکاح بھی فرما چکے تھے اور یہ تیسرا دن تھا خط کا مضمون کچھ یوں تھا۔

"اگر تجھے میرا یہ خط نہ ملا تو میں ناراض نہیں ہونگا اور اگر خط ملنے پر تو نہ آیا تو میں تجھ پر سخت ناراض ہونگا" اس حکمنامہ کے مضمون سے آپ نے سمجھ لیا کہ آپ کو فوری طلب کیا جارہا ہے اور آپ کا یوں طلب فرمانا یقیناً رشتہ کے سلسلہ میں ہے لہذا آپنے اسی پریشانی کے عالم میں جواباً ایک عریضہ ارسال کر دیا جس کے مندرجات کچھ یوں تھے "جناب کا نوازش نامہ موصول ہونے سے تین دن پیشتر ہی بندہ یہاں نکاح کر چکا ہے اگر آپ حکم فرمائیں تو اسے طلاق دیکر حاضر خدمت ہو جاؤں کیونکہ میں آپ کی ناراضگی ہر گز برداشت نہیں کر سکتا" آپ کے اس خط کے جواب میں آپ کے استاذ گرامی نے یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

عزیزم!

السلام علیکم

ماقدر الرحمن فمفعول وانا ایضاً بہ راض

اس خط کے ملنے کے بعد آپ اپنی اہلیہ کے ہمراہ اپنے قبلہ استاذ صاحب کے حضور حاضر ہوئے لاہور پہنچ کر آپ نے اپنی اہلیہ کو اپنے بہنوئی کے گھر چھوڑا اور خود اچھرہ استاذ مکرم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معذرت پیش کی آپ کے استاذ مکرم نے فرمایا کہ اس وقت غدر کا زمانہ تھا درنہ میں خود ہی تیرے پاس آجاتا اللہ تجھ کو برکت دے اللہ اکبر اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قبلہ استاذ العرب و العجم کی نگاہ میں آپ کی کیا قدر و منزلت تھی۔

حکمت :

ایک عرصہ دراز تک آپ نے پنسار اور بزازی کو ذریعہ معاش بنائے رکھا اور پھر چونکہ زمانہ طالب علمی میں آپ نے حکمت کو باقاعدہ طور پر سبقاً پڑھا تھا۔ چنانچہ آپ نے ہر دو کاروباروں کے بعد طبابت کو بطور پیشہ کے اختیار کیا، مفردات کی خریداری سے۔ لیکر مرکبات کی تیاری تک تمام کام اپنی کڑی نگرانی میں کرواتے۔ مرکبات میں کسی ایسی چیز کے شامل کرنے کا شائبہ تک نہ ہو تاکہ جس کی حرمت میں علماء کا اختلاف ہوتا۔ کبھی بھی کسی موذی و مہلک مرض کیلئے بھی غیر شرعی دواء تجویز نہ فرمائی۔ مریضوں کو بڑی توجہ اور انہماک سے دیکھتے اور حسب مرض دواء تجویز فرماتے۔ اپنی طبابت کو ناقابل حصول نہ بنایا بلکہ اس حد تک رکھا کہ غریب سے غریب آدمی کیلئے بھی علاج قابل حصول رہے اس پیشے کو محض کسب حلال کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ خدمت خلق کا ذریعہ بھی بنایا۔

جامعہ رضویہ ضیاالقرآن ڈنگہ آمد :

1979ء میں عید الفطر کے موقع پر گاؤں میں کچھ ایسے مسائل اور مصائب وارد ہوئے کہ آپ نے دلبر داشتہ ہو کر گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ فرمالیا۔ یہ

وہی گاؤں تھا کہ جس میں قبلہ استاذ مکرم نے 1938ء سے 1979ء تک تقریباً40سال تک مسلسل تدریس کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے بغیر کسی معاوضہ کے دین مبین کی خدمت فرمائی تھی جس وقت راقم الحروف کو اس بات کا علم ہوا تو عید کے دوسرے روز آپ کی خدمت میں گاؤں حاضر ہو گیا، آپ نے فرمایا کہ کیا میرا پیغام سن کر پہنچے ہو۔ میں نے عرض کیا نہیں بلکہ از خود حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا میں نے تمہیں پیغام بھی بھیجا تھا۔ بہر حال میں نے یہ گاؤں چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے لالہ موسیٰ سے مدرسہ عربیہ غوثیہ والوں نے اور لاہور جامعہ نعیمیہ سے مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب نے پیشکش کی ہے لیکن چونکہ تمہارا مدرسہ قریب ہے اس لئے اگر آپ لوگوں کا خیال ہو تو میں اسے ترجیح دونگا۔

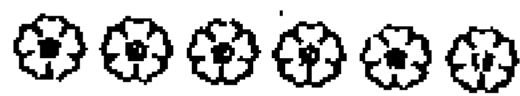
این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

قبلہ استاذ گرامی سے یہ سن کر جو خوشی مجھے ہوئی اسے احاطہ تحریر میں لانا کم از کم میرے بس سے باہر ہے۔

اور پھر چند روز بعد میرے والد بزرگوار حضرت علامہ مولانا قبلہ حافظ محمد حنیف صاحب دامت برکاتہم العالیہ باضابطہ طور پر استاذ گرامی کو لینے کیلئے حاصلانوالہ حاضر ہوئے۔ قبلہ استاذ صاحب نے آپ کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے جامعہ رضویہ ضیاء القرآن کی مسند تدریس کو رونق بخشی حاصلانوالہ سے روانگی کے وقت اگرچہ گاؤں والوں کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ ہم سے سخت غلطی ہوئی ہے مگر اب آپ نے نہ صرف ارادہ فرمالیا تھا بلکہ وعدہ بھی فرمالیا تھا۔ آپ اگرچہ خود ڈنگہ جامعہ رضویہ ضیاء القرآن میں تشریف لے آئے تھے مگر اہل و عیال اب بھی حاصلانوالہ میں ہی قیام پذیر تھے۔ اس لئے آپ ہر جمعرات و جمعہ

گھر گزارا کرتے۔ حاصلانوالہ کو چھوڑ آنے کے معاً بعد ہی سے اھلیان حاصلانوالہ نے منت وسماجت کرنی شروع کردی کہ آپ واپس حاصلانوالہ تشریف لے آئیں مگر آپ باطریقِ احسن ٹالتے رہے۔ جب گاؤں والوں کا اصرار بہت بڑھ گیا تو استاذ مکرم سراپا شفقت نے ارشاد فرمایا: "محمد رضا المصطفی کے اسباق کی تکمیل تک میں یہیں رکوں گا (راقم کیلئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپ جیسی عظیم شخصیت مجھ ناچیز کیلئے اسقدر ہمدردانہ جذبات رکھتی ہے) یہاں تک کہ راقم نے دورہ شریف مکمل کرلیا تب استاذ مکرم نے مدرسہ کے مھتمم صاحب (راقم کے والد محترم) کے سامنے واپس حاصلانوالہ جانے کی خواہش کا اظہار فرمایا جواباً والد صاحب نے عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی باقی ماندہ زندگی آپ کے سایہ عاطفت میں گزاردیں آپ نے فرمایا میں محمد رضاء المصطفی (راقم ایں سطور) کو اپنی جگہ چھوڑے جارہا ہوں یہ میری جگہ کام کرے گا۔

ڈنگہ سے روانگی کے بعد حاصلانوالہ میں بھکھی شریف سے حضرت پیر سید محمد محفوظ شاہ مشہدی صاحب اور حضرت پیر سید مظہر قیوم صاحب مشہدی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں قبلہ والد صاحب نے بھیجا ہے۔ ہمیں پتہ چلا تھا کہ آپ نے ڈنگہ سے چھوڑ دیا ہے۔ آپ ذرہ نوازی فرمائیں اور بھکھی شریف کی مسند شیخ الحدیث کو عزت بخشیں جواباً آپ نے فرمایا میں نے اپنی کچھ نجی مجبوریوں کے تحت جامعہ رضویہ کو چھوڑا ہے، اگر مجھے باہر ہی کام کرنا ہوتا تو میں جامعہ رضویہ ضیاء القرآن ہی کو ترجیح دیتا کہ وہ میرے گھر کے زیادہ قریب ہے۔



اخیار سے ملاقات

ایک مرتبہ حضرت قبلہ شیخِ طریقت حضرت خواجہ فخر الدین صاحب سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سویاں تشریف لائے تو اس دوران انہوں نے جامعہ رضویہ ضیاالقرآن میں بھی چند ساعات قیام فرمایا۔ آپ کی آمد کی وجہ سے میں نے چھٹی کی ہوئی تھی۔ اس وقت راقم الحروف قاضی حمد اللہ کے اسباق پڑھ رہا تھا اور مولانا ظہور احمد جلالی صاحب مطول پڑھ رہے تھے اور اس وقت راقم سطور پڑھنے کے ساتھ ساتھ فارسی کے چند اسباق پڑھا بھی رہا تھا۔ میں نے قبلہ استاذ صاحب کے تعارف کی ذمہ داری مولانا ظہور احمد صاحب کے سپرد کر دی۔ جب وہ تعارف کرانے لگے تو قبلہ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ بچوں کو چھوڑیں۔ مولانا اپنا تعارف خود کرائیں تو قبلہ استاد صاحب نے مختصر الفاظ سے اپنا تعارف یوں کروایا میرا نام سلطان احمد ہے اور میں ادھر پڑھتا ہوں" اس کے بعد مسائل پر طویل گفتگو ہوئی تو خواجہ صاحب نے مجھے فرمایا میں تمہاری کلاس سے تمہارا امتحان لینا چاہتا ہوں۔ اس پر استاذی المکرّم نے یہ شعر پڑھا۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ نہفتہ باشد

ترجمہ :۔

ھر جنگل کو خالی نہ گمان
ہو سکتا ہے اس مین کوئی چیتا چھپا ہو

(میرے لیے استاد صاحب کی یہ حوصلہ افزائی سرمایہ افتخار ہے) اس کے بعد خواجہ صاحب نے قبلہ استاذ صاحب سے استفسار فرمایا کہ مین نے ایک عربی

قصیدہ لکھا ہے۔ اس پر کسی صاحب نے اعتراض کیا ہے کہ موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ کی کوئی مثال پیش کریں۔ تو اس سلسلہ میں مدد فرمائیں۔ آپ نے فورا مولانا ظہور احمد صاحب سے فرمایا کہ مطول لیکر آؤ اس کے بعد آپ نے مطول سے یہ شعر بطور استشہاد پیش فرمایا۔

مامثله في الناس الا مملكا

ابو امه حى ابوه يقاربه

یہاں حیی یقاربه موصوف صفت ہیں ان کے درمیان ابوہ کا فاصلہ موجود ہے۔

☆ پھر ایک مرتبہ جمیل احمد شرقپوری جامعہ میں تشریف لائے ان کے ہمراہ راقم کے والد گرامی بھی تھے صدر دروازے سے داخل ہوتے وقت ان کی نظر قبلہ استاذی المکرم پر پڑی تو دفعتا میرے والد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"مولوی صاحب ایہہ نور کتھوں لیاندا جے"

یعنی مولوی صاحب یہ نور آپ کہاں سے لائے ہیں اس کے بعد راقم کے والد گرامی نے قبلہ استاذی المکرم کا تعارف کرایا۔

☆ ایک مرتبہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ سعید الدین صاحب معظمی ڈنگہ تشریف لائے پتہ چلنے پر قبلہ استاذ مکرم خواجہ صاحب سے ملنے عیدگاہ میں موجود بیٹھک میں تشریف لے گئے۔ راقم اس وقت قبلہ خواجہ صاحب کے کندھے دبا رہا تھا۔ استاذ صاحب پہنچے تو میں ابھی تعارف کے لیے کچھ موزوں الفاظ تلاش کر رہا تھا کہ دونوں حضرات کا پہلے سے متعارف ہونا میرے ذہن میں آیا پھر میں نے اتنا عرض کرنے پر ہی اکتفار کیا کہ یہ حاصلانوالہ والے استاذ صاحب ہیں یہ سن کر

خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور اٹھنے کی کوشش فرمانے لگے مگر استاد صاحب نے انہیں اٹھنے ہی نہ دیا۔ حضرت صاحب قبلہ نے استاذ صاحب کو اپنے ساتھ بٹھانے کی کوشش کی مگر استاد صاحب چارپائی کی بجائے نیچے قالین پر ہی بیٹھ گئے پھر دونوں حضرات میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی اور دونوں ہی بہت محظوظ ہوئے۔

خلافت اولٰی :

حضرت شیخ المشائخ عمدہ الکاملین پیر طریقت حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب نتھیالوی (ضلع اٹک) جب اسٹیشن محلّہ ڈنگہ تشریف لائے تو قبلہ استاذ گرامی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کیلئے تشریف لیگئے تو قبلہ پیر صاحب نے آپ کی کامل استعداد کو ملاحظہ فرماتے ہوئے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ میں خلافت واجازت عطا فرمائی۔

☆ جب آپ ۱۹۸۲ھ میں ٹیکسلا ہسپتال میں آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تو وہاں افغانستان غزنی سے تشریف لائے ہوئے ایک بزرگ قبلہ عالم شیخ طریقت پیر سید محمد جلال الدین شاہ صاحب (جو سید المشائخ غوثِ اعظم سیدنا عبد القادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں) نے قبلہ استاذ صاحبؒ کو اپنی بے پناہ شفقتوں اور نوازشوں سے متمتع کرتے ہوئے خلافت سے نوازا' اس موقع پر استاذ گرامی کے ساتھ آپ کے خادم خاص حضرت مولانا ظہور احمد جلالی صاحب نے قبلہ پیر صاحب کے الطاف سے خوب حصہ پایا قبلہ استاذ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے مولانا ظہور احمد جلالی صاحب نے بھی فیض بصورت خلافت پایا۔

خلافت ثانیہ :

جوہر قابل کی صحیح قدرو منزلت کاادراک کامل صرف جوہری کو ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کی قیمت اور وقعت سے بخوبی آشنا ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اسے استعمال میں لاتے ہوئے حق بحقدار رسید کے اصول کو مد نظر رکھتا ہے۔

بایں سبب جب عمدۃ السالکین، قدوۃ الاولیاء پیر طریقت مجاہد اہلسنت حضرت پیر محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف نے قبلہ استاذ صاحب حاصلانوالہ کی شخصیت کا بغور مطالعہ کیا تو وہ تمام خصوصیات اور جملہ اوصاف جن کا ایک فرد کامل میں پایا جانا ضروری ہوتا ہے بدرجہ اتم آپ میں موجود پائیں تو حیثیت شاگردی کا لحاظ فرماتے ہوئے خلعت خلافت باجازت سلاسل اربع پیش فرمائی جسے آپ نے قبول فرما کر اپنے ہونہار شاگرد کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

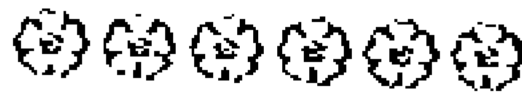
سفر حج :

سفر حج 1993 میں آپ کی طرف سے حج کیلئے درخواست یو۔بی۔ایل یا ہڑیانوالی میں جمع کرائی گی قدرت خدا کی کہ شاید اپنے بندے کی آزمائش مقصود تھی اس بینک میں جمع کرائی گئیں تمام درخواتیں نامنظور کر دی گئیں۔

جس پر آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ شاید سرکار دو عالم ﷺ کو ابھی میری حاضری منظور نہیں آپ اس سوچ میں غم زدہ رہے اور آہیں بھرتے یہاں تک کہ آپ اسی غم میں بیمار ہو گے اس سے اگلے سال 1994ء میں پھر درخواست جمع کرائی (منظور تو ہو گئی مگر آپ اس پر مصر رہے کہ کسی طرح بغیر تصویر بنوائے جا سکتیں تو بہت بہتر ہے) تصویر کے مسئلہ میں ذاتی طور پر آپ

حرمت ہی کے قائل تھے۔ یہی وجہ تھی تصویر بنوانے سے گریزاں رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے مختلف علمائے اکرام سے رابطہ فرمایا حضرت قبلہ مولانا حاجی ابو داود محمد صادق مدظلہ صاحب سے ایک پمفلٹ مل گیا مگر حضرت علا، مولانا حاجی ابو داود محمد صادق صاحب مدظلہ العالی نے پمفلٹ دینے کے ساتھ یہ فرمایا کہ استاذ صاحب اس مسئلے کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں بھلا ہم کیسے رائے دے سکتے ہیں۔ آپ کے پاس جب وہ رسالہ آیا تو آپ نے اسے ملاحظہ کرنے کے بعد عدم اطمینان کا اظہار فرمایا پھر احباب کے بہت زیادہ اصرار کرنے پر فرماتے کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم ﷺ کے دربار دربار میں ضرور حاضری دینا چاہتا ہوں اور پھر یہ کہہ کر رو پڑے کہ کاش یہ تصویر والی شرط نہ ہوتی پھر اپنے صاحبزادے جناب عبدالصمد صاحب سے انتہائی غم اور مجبوری کا اظہار کیا جب کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو تصویر بنوانے کے لیے تیار ہو گئے اب یہ مسئلہ پیدا ہو گیا کہ آپ کا شناختی کارڈ نہیں بنا تھا اور بغیر شناختی کارڈ کے پاسپورٹ کا ملنا ناممکن تھا ایک دن آپ عبدالصمد صاحب اور سید محمد ریاض شاہد صاحب کے ہمراہ شناختی کارڈ بنوانے چل پڑے راستے میں ایک جگہ سے تصاویر بنوائیں اور شناختی کارڈ دفتر میں جا پہنچے ریاض شاہ صاحب نے گاڑی سے نکل کر ایک شناختی کارڈ افسیر سے اس سلسلے میں گفتگو کی۔ اور آپ کا مکمل تعارف کروادیا آپ کا تعارف سن کر وہ افسر آپ کی زیارت کے لیے بے چین ہو گیا اور پوچھنے لگا کہ آپ حضرت صاحب کو ساتھ لائے ہیں یا نہیں پھر آپ کی اس کے ساتھ ملاقات کروائی گئی اور اس سے کچھ دیر آپ نے دینی مسائل پر گفتگو کی اور کہنے لگا کہ آپ بالکل مطمئن ہو جائیں اور سارا کام مجھ پر چھوڑ دیں اس طریقے سے شناختی کارڈ اور اس کے بعد پاسپورٹ بن گئے ان دونوں کو پا کر آپ خوش ہوئے اور ریاض شاہ صاحب کو بہت دعائیں دیں۔

روانگی سے کچھ دن پہلے لوگوں نے آپ کو اس بات کی پیشکش کی ہم سعودیہ رہنے والے اپنے عزیزوں کو آپ کے پروگرام سے مطلع کر دیتے ہیں تاکہ آپ کو وہاں سہولت رہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں وہاں جا کر دھکے کھاؤں گا اور مشقتیں برداشت کروں گا تو وہاں جانے کا لطف دوبالا ہو جائے گا میرے جانے کی وہاں کسی عزیز کو اطلاع نہ دی جائے اللہ اکبر اس واقعہ سے آپ کے وارفتگی اور حجاز اقدس سے دل بستگی اور ادب بارگاہ نبوت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔



بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیم

ایام علالت

اللہ تبارک و   چاہنے والوں کو مختلف آزمائشوں اور تکالیف میں مبتلاء کرتا ہے تاکہ جذبہ محبت میں ان کی ثابت قدمی اور مستقل مزاجی کا امتحان لیا جائے۔

قرب خداوندی کے مختلف معیار ہیں اور ان میں سے ایک معیار یہ ہے کہ سالک پر مصائب و آرام کے پہاڑ توڑ دیے جائیں پھر دیکھا جائے کہ وہ محبت کے دعویٰ میں کتنا ثابت قدم ہے اگر یہ مشاہدہ کرنا مقصود ہو کہ سالک قرب باری تعالیٰ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں اور امتحانوں میں کتنا مبتلاء ہے واضح ہوا کہ آزمائشوں کی کثرت اور ان میں صبر و استقامت کی بدولت سرخرو ہونا بارگاہ ایزدی میں قرب کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کا ذریعہ ہے اور ایک محبّ خدا کا مصائب و آلام میں مبتلاء ہونا ہے اس کے دعوی محبت میں سچا ہونے کی دلیل ہے۔

اس پس منظر میں سالک پہ مسلسل تکالیف کا آنا اور اس کے پایہ ء ثبات میں لغزش کا نہ آنا ہی مقربین کی صف میں شامل ہونے کے مترادف ہے۔ مذکورہ وضاحت کی روشنی میں حضور قبلہ استاذِ گرامی رحمتہ اللہ علیہ کی بالعموم پوری حیات

سبارکہ میں بالخصوص ایام علالت ابتلاؤں کے اس طویل سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسی حیات مبارکہ کے آخری پندرہ سالہ عرصہ کے دوران آپ معدہ کے عارضہ میں مبتلاء رہے جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ شدت اختیار کرتا گیا۔

آپ ایلوپیتھی اور ھومیوپیتھی کی ادویات نہ استعمال فرماتے ان ادویات کو استعمال میں نہ لانے کی وجہ یہ تھی کہ ان میں الکحل کے اجزاء شامل کیئے جاتے ہیں اور آپ کا تقوی اس بات کی اجازت نہ دیتا کہ ان ادویات کو استعمال کیا جائے جن میں الکحل کے وجود کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔

اسی دوران ایک دفعہ آپ رحمتہ اللہ علیہ ہچکی کی بیماری میں مبتلاء ہوئے جو کہ ہفتہ بھر جاری رہی اصرار کے باوجود آپ نے کوئی دوائی استعمال نہ کی آخر کار ایک ایسی دوائی جو مختلف نباتات پہ مشتمل تھی حاضر خدمت کی گئی اور ساتھ یہ عرض بھی کی گئی کہ اسے ضرور استعمال فرمائیں اس پہ آپ کو اونگھ آگئی آپ کو عالمِ استراحت میں دیکھ کر دوائی آپ کے قریب رکھ دی گئی تھوڑی دیر بعد آپ بیدار ہوئے بیدار ہوتے ہی اپنے اہل خانہ سے فرمایا کہ دوائی وہاں سے اٹھالی جائے کیونکہ میں اس کے استعمال سے بے نیاز ہو چکا ہوں اس لیے کہ میرے رب نے مجھے شفا دے دی ہے پوچھنے پہ فرمایا کہ دوران استراحت خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے تمہیں اس بیماری میں کس نے مبتلاء کیا میں نے کہا میرے رب نے اس پہ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ جس ذات نے تمہیں اس بیماری میں مبتلاء کیا ہے کیا وہ یہ قدرت نہیں رکھتی کہ تم سے یہ بیماری دور کرے میں نے عرض کی کہ ہاں وہ عظیم اس پہ قادر ہے۔

پھر اس بزرگ نے فرمایا تو پھر اس بلند و بالا ہستی پہ بھروسہ رکھو اور ان

دواؤں کو اپنے پاس سے ہٹا لے کیونکہ اہل اللہ صرف اپنے معبود حقیقی پہ ہی توکل رکھتے ہیں۔

متوکل تو آپ شروع ہی سے تھے مگر اس واقعہ کے بعد آپ نے میدان توکل میں ایک منفرد مقام حاصل کیا اور مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ کی عملی تفسیر بن گئے۔

قبلہ استاذِ گرامی رحمتہ اللہ علیہ نے دوارن علالت احکام شریعت کی بجا آوری میں اپنے لئے عزیمت کو پسند فرمایا اور رخصت پر عمل کرنے سے حد درجہ گریز کیا۔

ٹانگوں میں تکلیف اور نقاہت کے باوجود مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کو ترجیح دیتے اور جب کبھی بارش یا آندھی وغیرہ کی وجہ سے اہل خانہ گھر میں نماز ادا کرنے کا اصرار کرتے تو فرماتے کہ احکام الٰہی کی بجا آوری کے لئے تکالیف کو برداشت کرنا خاص رحمت خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

جب بیماری حد سے بڑھ جاتی تو اہل خانہ انہیں تیمّم کرنے کو کہتے تو فرماتے کہ جو لذت و تسکین وضو کر کے نماز پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے وہ تیمّم سے نہیں ملتی۔

قبلہ استاذِ گرامی رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں عزیمت پسندی کی آئینہ دار ہے۔

آپ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ اپنا کام خود کرتے اور بلا عذر شرعی اپنے کام میں کسی سے مدد طلب نہ کرتے بلکہ دیکھنے میں آیا کہ شرعی عذر کے باوجود حتی الوسع اپنے ہاتھوں سے ہی کام سرانجام دیتے۔

ایک دفعہ انتہائی ضعف کے باوجود ہینڈ پمپ سے وضو کیلئے پانی حاصل

کرنے کی کوشش کے دوران پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑے اور ھے کی ہڈی کا

جوڑ اپنی جگہ سے الگ ہو گیا۔

جسم مبارک کو پہلے نقاہت کا سامنا تھا اس پر عالمِ پیری میں ھے کی

میں بھی مبتلاء ہو گئے مگر فرائض خداوندی کی ادائیگی میں کوئی بھی تکلیف

رکاوٹ نہ بن سکی اور تمام تر جسمانی تکالیف کے باوجود نماز کا تسلسل قائم رہا۔

دورانِ علالت بارہا ارشاد فرمایا کہ میری شدید ترین خواہش یہ ہے کہ

دوبارہ کسی نہ کسی طرح مسجد میں حاضری کا مسلسل موقع مل جائے۔

قبلہ استاذی المکرم نے اپنی زندگی علم و عمل کیلئے وقف کر رکھی تھی

شوقِ تدریس کا یہ عالم تھا کہ انتہائی نقاہت کے باوجود تشنگانِ علم و حکمت کی پیاس

بجھائی خصوصاً حدیث شریف بڑے ذوق و شوق سے پڑھاتے۔

دیکھنے والوں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ بوجہ کمزوری جب بیٹھنے کی سکت نہ

رہی تو چارپائی پر لیٹ کر درس دیا کرتے۔

الغرض آپ رحمتہ اللہ علیہ نے کماحقہ یہ ثابت کر دیا کہ اہلِ اللہ کا علم و

عمل کے میدان میں رب تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا

معیار ہوتا ہے۔

جب کوئی زائر آپ کی زیارت کو حاضر ہوتا تو وہ آپ کے اندر ایک نیا

عزم اور خوش امیدی کی نئی کرن پھوٹتے ہوئے دیکھتا آپ تقریباً ہر جمعہ کے دن

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد اپنی عیادت کیلئے آنے والے معتقدین کو فرماتے کہ ان

شاء اللہ العزیز آئندہ جمعتہ المبارک کی نماز میں مسجد میں آپ لوگوں کے ساتھ ادا

کرنے کا شرف حاصل کرونگا۔

یقیناً ایسا صبر اور ایسی خوش امیدی اہلِ اللہ کا ہی خاصہ ہے۔

وفات حسرت آیات:

یہ جہان رنگ و نیرنگ فناء کی زد میں ہے۔ دوام و بقاء صرف اس ذات واجب الوجود کو حاصل ہے جو حی و قیوم ہے۔ علاوہ ازیں ھر شی مقررہ وقت پر اپنا وجود کھو دیتی ہے۔ اس آئینِ الٰہی سے کوئی شی مستثنی نہیں ہے خواہ وہ آفتاب ہو یا ماہتاب، ستارے ہوں یا سیارے، شجر ہوں یا حجر، بحر ہوں یا بر، زمین کی پستیاں ہوں یا آسمان کی بلندیاں۔ الغرض ہر شی نے ایک روز اس دارِ فانی سے کوچ کر کے دارِ بقا کی جانب سدھار جانا ہے۔

اسی فطرتی اصول کے زیر اثر حضرت استاذ العلماء رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے 10 مئی بروز سوموار بوقت مغرب داعیٔ اجل کو لبیک کہا مگر اس شان کے ساتھ کہ جو خاصہ ءِ خاصان خدا ہے کہ بعد از نماز عصر مرض میں اضافہ ہوا، مغرب کا متبرک وقت ہو چلا تھا۔ کہ یکایک سننے والوں کے پردۂ سماعت سے منادیٔ حق کی صدائے بازگشت ٹکرائی۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ ان جذب و سرور چھلکاتے لمحات میں آفتاب علم حقیقی آفتاب کے غروب ہونے کے ساتھ ہی غروب ہو گیا۔ انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون، بڑی ہی قابل رشک قسمت کے مالک ہیں جناب قاری محمد اعظم صاحب جو انتقالِ پر ملال کے وقت قبلہ استاذ گرامی کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا یوں قاری صاحب نے وصال الی الحق کے وقت کی خصوصی نوازشات اور عنایات سے متمتع ہوئے۔ استاذ گرامی کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور راقم کو جب علم ہوا تو ایسا محسوس ہوا جیسے میرے پاؤں تلے سے کسی نے زمین کھینچ لی ہو۔ ایک سکتہ سا طاری ہو گیا۔ والد بزرگوار کی موجودگی میں اپنی یتیمی کا احساس ہوا اور جب میں اس کیفیت سے نکلا تو خود بخود میرے قدم حاصلانوالہ کی جانب اٹھ گئے ذات کا حاصلانوالہ پہنچا اور

قدمبوسی کی سعادت حاصل کی اور پھر تمام انتظام و انصرام باہم صلاح مشورے سے کیا۔ غسل مبارک اور دیگر امور میں حضرت قبلہ صاجزادہ والا شان جناب عبدالصمد صاحب، مولانا عبدالمعید صاحب، مولانا عبدالشکور صاحب پیش پیش رہے اور راقم بھی مشیر کی حیثیت سے ساتھ ساتھ رہا۔ اللہ کریم ہم تمام کو استاذ گرامی کے فیوض و برکات سے متمتع فرمائے۔ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین



جنازے کے مناظر

موت العالم موت العالم آپ کی جنازے کا منظر ایک یادگار منظر تھا خصوصاً اہلیان حاصلانوالہ کیلئے اس سے پہلے حاصلانوالہ میں خلق خدا کا اس قدر ہجوم چشم فلک نے نہ دیکھا تھا گویا کہ ایک ریلا تھا جو انسانوں کے ایک کثیر الافراد ہجوم کی صورت میں اُمڈ آیا تھا ہر طرف اداس اداس چہرے برستی آنکھیں نہ تھمنے والے آنسو ہر ایک کی دلی کیفیت کی غماری کر رہے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ حضرت انسان کے ساتھ ساتھ ہر چیز گریاں و نالہ کناں تھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کے در دولت سے لیکر گاؤں کے سیکنڈری اسکول تک انسانوں کا جم غفیر متحرک نظر آتا ہر سو کلمہ طیبہ اور قصیدہ بردہ شریف کی صدائے بازگشت سنائی دے رہی تھی ایسے میں ہر شخص اسی کوشش میں مصروف نظر آرہا تھا کہ وہ جنازے کی چارپائی تک پہنچ کر چارپائی کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرے ایسے ہی سماں میں جنازہ مبارک سیکنڈری اسکول حاصلانوالہ کے گراونڈ میں پہنچا چارپائی کو ایک درخت کے سایہ میں رکھا گیا سب سے پہلے تلاوت اور پھر نعت اور اس کے معاً بعد چند علمائے کرام نے اپنے دلی جذبات کے اظہار کے ساتھ آپ کے مناقب بھی بیان کیلئے جنازے میں شروع سے آخر تک کڑی آزمائش دھوپ اور گرمی رہی لیکن مجمع تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا جنازے کے ہر شریک کے چہرے پر یہ تحریر واضح تھی کہ وہ اس عزم و یقین کے ساتھ آیا ہے کہ اپنے آپ کو آپ کا جنازہ پڑھکر بخشوا کر جائے تو پھر ایسے میں آگ برساتا سورج ان کے استقلال کیونکر چیلنج کر سکتا تھا جنازے کی امامت آپ کے ایک عزیز روحانی فرزند کے صاحبزادے پیر طریقت حضرت مولانا حضرت محمد عتیق الرحمان صاحب مدظلہ العالیٰ زیب سجادہ

ڈھانگری شریف نے کی۔ اور پھر جنازے کے بعد زائرین اور تمام حاضرین کو زیارت کا موقع دیا گیا۔ بے پناہ ہجوم کو سنبھالنا جان جوکھوں کا کام تھا۔ مگر پھر بھی ہجوم کو کنٹرول کر لیا گیا۔ اور ہر ایک نے آپ کی زیارت کی۔ یہ زیارت آپ کی وفات کے تقریباً 18 گھنٹے کے بعد کروائی گئی۔ پھر بھی آپ کا چہرہ مبارک ایسا تروتازہ تھا۔ گمان ہوتا تھا آپ سورہے ہیں۔ چہرے پر گلاب کی سی کھل کھلاہٹ، شبنم کی سی تازگی، کلیوں کا سا تبسم محو خواب محسوس ہوتے۔ زیارت سے فراغت کے بعد آپ کی چارپائی کو مرقد مبارک کی طرف لے چلے تدفین کیلئے تابوت آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف کے سجادہ نشین پیر طریقت حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عتیق الرحمان صاحب نے بھجوایا تھا۔ قصیدہ بردہ شریف کی گونج میں پیر طریقت صاحبزادہ محمد عتیق الرحمان صاحب۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ والاشان محمد عبدالصمد صاحب۔ اُستاذ الفقراء حضرت علامہ قاری عبدالعزیز صاحب اُستاذ العلماء حضرت علامہ مولانا کمال الدین صاحب مشفق و شفیق حضرت مولانا حافظ محمد حنیف صاحب زید مجدہٗ اور راقم الحروف نے تابوت مبارک کو قبر مبارک میں رکھا۔


خصوصیات

دو امام وقت

یہ غالباً 1978ء کے وسط کا زمانہ تھا کہ جب راقم اپنے تین ساتھیوں مولانا رحیم بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ، مولانا قاری محمد اسماعیل کاملیانی اور مولانا محمد ریاض کے ساتھ پڑھنے کی غرض سے حاضر ہوا سو وقت آپنے تازہ تازہ ہی آنکھوں کا آپریشن کروایا تھا اس لئے آپنے معذرت فرمائی کہ میں پڑھانے سے معذور ہوں پھر ہم نے بندیال شریف جانے کا پروگرام بنایا اور آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں استاذ صاحب کے نام ایک رقعہ لکھ دیں ملک المدرسین راس المحققین استاذ العلماء حضرت قبلہ علامہ مولانا عطا محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رقعہ پیش کیا جسے پڑھکر اپنی بیماری کے سبب آپنے بھی عذر فرمایا ہم نے دل میں سوچا کہ استاد صاحب نے حاصلانوالے استاد صاحب کو پہچانا نہیں ہے اس لئے ہم نے عرض کیا حضور وہ آپ کے ساتھ پڑھتے رہے ہیں فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہوں اس سے پہلے بھی وہاں سے طلباء آتے رہے ہیں اور آپ میرے ساتھ نہیں پڑھتے رہے بلکہ جس وقت میں مولانا حافظ مہر صاحب کے پاس پڑھنے کیلئے داخل ہوا تھا تو حاصلانوالے استاد وہاں پڑھایا کرتے تھے پھر فرمایا اگر میری صحت اجازت دیتی تو میں آپکو ضرور پڑھاتا مگر اب میں معذور ہوں پھر ہم نے استاد العلماء تاج الفقہا استاذ مکرم مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہ العالیہ سے رابطہ کیا اور آپ نے ہمارے تین اسباق پڑھانے کا وعدہ فرمایا اور انتہائی شفقت اور محبت سے پڑھایا اور بندیال شریف میں گزرا ہوا ایک ایک سال قبلہ استاد العلماء حضرت مولانا عبد الحق صاحب کی بے پایاں شفقتوں اور نوازشوں سے عمر بھر یاد رہے گا۔

انداز تدریس

☆ آپ کے پڑھانے کا انداز اس قدر دلکش تھا کہ طلباء کے ذہن تک کتاب کے علمی نکات کو اس طرح پہنچا دیتے کہ کمزور سے کمزور طالبعلم بھی بڑی آسانی سے مشکل بات کو سمجھ لیا کرتے۔

☆ دوبارہ پوچھنے پر عام مدرسین کی طرح ڈانٹا نہیں کرتے تھے بلکہ جتنی بار طالب علم کو ضرورت ہوتی آپ نہایت حلیمی سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اکثر فرمایا کرتے کہ سبق پورا سمجھ کر میرے پاس سے اٹھا کریں۔

☆ درسی کتب کی تقاریر طلباء کی ذہنی استعداد کے مطابق ہوا کرتیں۔ اگر کوئی متن پڑھنا چاہتا تو متن پر ایسی پر مغز تقریر فرماتے جس سے متن کی تمام لطافتیں کھل کر سامنے آجاتیں۔ اور اگر کوئی خارجی تقاریر کا رسیاہ ہوتا تو پھر اس کی بھی مکمل تشفی فرماتے۔

☆ فقہی مسائل پر وہ عبور حاصل تھا کہ مشکل سے مشکل جزئیات بھی ہمہ وقت آپ کو مستحضر رہتیں۔

☆ جب آپ منطق پڑھا رہے ہوتے تو یوں لگتا۔ جیسے کوئی سیلِ بیکراں کسی صحراء کو سیراب کرتا ہوا اپنا راستہ خود متعین کر کے منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

☆ جب طلباء کی کثرت ہوتی تو بوقت سحری نماز تہجد کے بعد اسباق شروع فرماتے اور سارا دن یونہی قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں میں گزر جاتا۔

☆ یہ بات راقم الحروف کے علم میں ہے کہ آپ کے پاس ذخیرہ کتب اتنا زیادہ نہیں تھا۔ لیکن اس کے باوجود تدریس حدیث کے دوران فقہی اور اعتقادی

مسائل پر مسلک احناف کے اثبات میں دلائل اور براہین کے انبار لگادیتے۔ یوں محسوس ہوتا کہ مبدا فیض سے آپ کے قلب پر علوم کی برسات ہورہی ہے۔

☆ آپ ہمیشہ باوضو ہو کر اسباق پڑھاتے اور طلباء کو احترام علم کی بہت زیادہ تلقین فرماتے۔ حتی کہ جس ڈیسک پر کتب رکھی جائیں ان کو بھی بے وضو ہاتھ لگانے سے منع فرماتے۔

☆ طلباء سے جو بات آپ کو سخت ناگوار گزرتی وہ ان کا چھٹی کرنا تھا۔ آپ فرمایا کرتے طلباء کا ایک ناغے سے جو نقصان ہوتا ہے۔ اس کی تلافی عمر بھر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ بذات خود کہیں دور سفر پر تشریف لے جاتے تو بہت جلد واپس لوٹنے کی کوشش فرماتے۔ اور پھر جس وقت بھی واپسی ہوتی طلباء کو حکم فرماتے کہ آؤ بھئی سبق پڑھ لیں۔ بارہا عرض کیا گیا کہ حضور آپ سفر سے تھکے ہوئے ہیں آرام فرمالیں۔ آپ فرماتے میری تھکاوٹ آرام سے نہیں بلکہ سبق پڑھانے سے دور ہو گی۔

☆ اس کے باوجود جب کوئی طالب علم چھٹی مانگتا تو چھٹی دے دیتے۔ راقم کا گھر قریب تھا اور پہلے سال میں اسباق بھی آسان تھے۔ (اس لئے کہ یہ اسباق میں ڈنگہ میں پڑھ کر وہاں گیا تھا۔) اکثر چھٹی کر لیتا۔ ایک دن ایک صاحب نے کہا کہ اس کی چھٹی بند کر دو۔ آپ نے فرمایا جب طالب علم ذہنی طور پر چھٹی کیلئے تیار ہو جاتا ہے تو پھر اس کو روکنا نہیں چاہیے۔ کیونکہ اس طرح وہ کم از کم دو تین دن تک ذہنی طور پر سبق میں صحیح توجہ نہیں دے سکتا۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ چھٹی ہی کر لے۔

تدریس سے والہانہ لگاؤ:

قیام ڈنگہ کے دوران آپ کا معمول مبارک تھا کہ ہر جمعرات گھر

(حاصلانوالہ) تشریف لے جاتے اور ہفتہ کو واپس تشریف لے آتے۔ تمام راستہ کچا اور خراب کہ جس پر تانگے بھی خدا خدا کر کے چلتے تھے۔ اور اگر کبھی بارش ہو جاتی تو تمام رستہ دلدلوں کی سی کیفیت پیش کرتا مستزاد یہ کہ ایسے میں ٹرانسپورٹ بھی کلی طور پر بند ہو جاتی۔ اب ایسے راستے میں پیدل چلنے والا بڑی دقت اور دشواری محسوس کرتا تھا۔ مگر طلباء کے نقصان کو برداشت نہ فرماتے گھر سے پیدل ہی چل پڑتے۔ اور جامعہ رضویہ پہنچتے پہنچتے کپڑے کیچڑ میں لت پت ہو جاتے۔ نہا دھو کر جب پڑھانے بیٹھتے تو آپ کے پاؤں مبارک سے چھ چھ سات سات کانٹے پیوست شدہ نکالے جاتے۔ راقم کے والد صاحب عرض کرتے حضور اس قدر مشقت میں نہ پڑا کریں۔ آپ فرماتے جس دن میں سبق نہ پڑھاؤں اس دن میری طبیعت کو ایک بے چینی سی لگی رہتی ہے "اللہ اکبر" اپنے کام سے اس قدر لگاؤ کہ تدریس فطرت ثانیہ بن گئی تھی کہ جب تک پڑھا نہ لیتے چین نہ آتا۔

زہد و تقوای :

قبلہ استاذ مکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شرعی معاملات میں گویا کہ یادگار سلف تھے۔ یعنی کمال درجے کی احتیاط فرماتے۔ اور حرام تو حرام مشکوک اور مشتبہ اشیاء کے استعمال سے مکمل پرہیز فرماتے۔ جن مسائل میں علمائے اہلسنت کا اختلاف ہے ان اشیاء کے استعمال سے حتی المقدور اجتناب فرمایا۔ جیسا کہ گھڑی کے چین میں اختلاف ہے مگر تمام عمر گھڑی ہاتھ پر نہیں پہنی۔ اسی طرح دیگر مسائل میں کمال درجہ کی احتیاط فرماتے۔

اسی طرح قبلہ استاذی گرامی روزہ کے رکھنے اور افطار کرنے میں کمال درجے کی احتیاط برتتے تھے۔ احتیاط کا یہ عالم تھا کہ پوری زندگی بغیر معتبر شہادت

کے ملے نہ تو رمضان شریف کے روزے رکھتے اور نہ ہی عید پڑھتے۔ کبھی بھی شہادت کے معاملہ میں ٹی۔ وی، ریڈیو، اور فون پر اعتبار نہ فرماتے بلکہ کوئی بندہ بھیجتے وہ شہادت لے کر آتا گاؤں میں اعلان کر دیتے۔ بارہا ایسا ہوا کہ پورے ملک میں عید ہوتی اور تمام ملک عید منا رہا ہوتا اور حاصلانوالہ کے رہنے والے روزہ سے ہوتے اور تیس روزے پورے کر کے ہی عید فرماتے۔ یہاں تک کہ ضیاء دور میں جبکہ ۔۔کے۔ لگا ہوا تھا اور رؤیت ہلال کمیٹی کے متعلق لوگوں نے عرض کیا کہ اب سختی کی جا رہی ہے لہذا آپ حکومت کے اعلان کے مطابق روزہ افطار کیا کریں ورنہ گرفتاری بھی ہو سکتی۔ آپنے فرمایا مجھے حکمرانوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے میں تو شہادت لے کر ہی روزہ رکھوں گا۔ اور شہادت لے کر ہی افطار کرونگا۔ تب ہی ایک عید پر راقم کو حضرت علامہ مولانا حاجی ابو داؤد محمد صادق صاحب پاس شہادت لینے کیلئے بھیجا میں شہادت لیکر آیا تب آپ نے عید کا اعلان فرمایا۔

☆ آپ اپنی آواز ریکارڈ کرنے کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ اور نہ ہی ریڈیو سننے کی اجازت دیتے اسی طرح ان چیزوں کو مسجد سے دور رکھنے کی تاکید فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے خطاب کا کوئی کیسٹ تیار نہیں ہو سکا۔

جب آپ حاصلانوالہ تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر مبارک 19 سال تھی اور گاؤں میں یہ بات مشہور تھی کہ ایک نو عمر عالم دین آئے ہیں جو آنکھیں ہمیشہ جھکائے رکھتے ہیں۔

☆ زندگی بھر آپ نے انگریزی دوائیں استعمال نہ فرمائیں۔ اس شائبے کی بنا پر کہ اُن میں الکحل ہوتا ہے۔

☆ تہجد، اشراق اور اوابین کے تو بچپن ہی سے پابند تھے نماز فجر کے بعد چند اسباق پڑھا کر نماز چاشت ادا فرماتے۔ نماز چاشت کے ساتھ دو نفل زائد پڑھا

کرتے۔ میرے (راقم) استفسار پر فرمایا کہ یہ دو رکعت نماز بارگاہ رسالت ماب ﷺ میں "ہدیہ" پیش کرتا ہوں تاکہ قبر میں میرے لئے روشنی ہو جائے۔

☆ گھڑی کے دھاتی چین میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ اس بنا پر آپ نے ساری زندگی گھڑی اپنے بازو پر باندھی ہی نہیں۔

آپ کے زہد وورع کا یہ عالم تھا کہ تدریس و تبلیغ دین اور خطابت کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے ہاتھ سے کمایا، حاصلانوالہ میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ بزازی اور پھر پنسار کا کام کرتے رہے کاروبار میں آپ کی دیانت، ایمانداری کی شہادت تو آج بھی حاصلانوالہ کے در و دیوار دیتے ہیں۔ اور اس دور میں (جبکہ کسب حلال ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے) بھی نہ صرف ہر اس چیز سے گریزاں رہے کہ جو حرمت کے زمرے میں آتی ہے۔ بلکہ آخری سانسوں تک محتاط رہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ تجارت کاروبار اور اس کے ساتھ ساتھ تدریسی مشاغل، ریاضت عبادت کو یکجا ہو دیکھا جائے تو آپ کی شخصیت امام اعظم ابو حنیفہ کی آئینہ دار تھی۔

امانت داری :

آپ کی علمی وجاہت و دیانت کے پیش نظر حاصلانوالہ کی اکثریت اپنی امانتیں آپ ہی کے سپرد کرتی مگر مجال ہے کہ کبھی انہیں متبادل نوٹ ملے ہوں۔ بلکہ اگر کسی نے دس سال بعد بھی امانت طلب کی تو آپنے وہی نوٹ نکال کر اسے واپس کئے جو اس نے دس سال پہلے آپ کے پاس رکھوائے ہوتے۔

ایفائے عہد :

استاذی المکرم ایفائے عہد کے اصول پر پوری زندگی سختی سے عمل پیرا

رہے کہ جب کسی سے وعدہ فرما لیتے تو اس کے پورا کرنے میں اپنی پوری توانائی صرف فرما دیتے کسی قسم کی رکاوٹ، بندش اور بیماری کی مطلق پرواہ نہ کرتے، بارہا کے مشاہدے میں آیا کہ یخ سردی اور بارش میں پیدل سفر کرنا پڑا تو بھی وعدہ ضرور پورا کیا۔ ایک دفعہ قاری لیاقت علی صاحب آف چک نمبر ۲۰ ملکوال کے جلسہء دستار فضیلت کے موقع پر جو غالباً آپ کی مقدس زندگی کا آخری طویل سفر تھا اس سفر میں مولانا عبدالمعید صاحب ساتھ تھے جو اس واقعہ کے راوی ہیں۔ آپ شدید علیل تھے، سیم نالہ میں طغیانی کے باعث تمام راستے بند تھے۔ موسلا دھار بارشوں نے علاقہ کو سیل رواں بنا دیا۔ بوڑھے تو بوڑھے نوجوان بھی باہر نکلتے ہوئے گھبراتے، عذر معقول تھا۔ اور دعوت کرنے والے بھی آپ کے مرید اور شاگرد تھے۔ آپ عذر کرنا چاہتے تو یہ زیادہ آسان تھا۔ مگر چونکہ آپ وعدہ فرما چکے تھے۔ اس لئے احباب کے اصرار کے باوجود آپ نے یہ سفر کیا۔ اور اس سفر کی شدتوں اور تکالیف کے سبب آپ کی بیماری دو چند ہو گئی۔ اور یہ سفر آپکی زندگی کا آخری سفر ثابت ہوا۔ خدا کی قسم جب کوئی ایفائے عہد کے عملی نمونوں کا متلاشی آپ کی سیرت کو پڑھے گا تو یہی سبق پائے گا کہ زندگی ہار جاؤ مگر وعدہ خلافی نہ کرو۔"

استقامت علی الدین:

ازل سے قدرت کا دستور یہی چلا آرہا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے جن لوگوں کو منتخب فرما لیتی ہے پھر انہیں مختلف قسم کی آزمائشوں اور انواع واقسام کی تکلیف دہ اور صبر آزما مشقتوں میں مبتلاء کرتی ہے۔ تاریخ انسانیت کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے اس قانون اور ضابطے سے انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین بھی مستثنیٰ نہیں رہے۔ تو اسی تقاضائے قدرت کے پیش

نظر ایک مرتبہ قبلہ استاذِ گرامی بھی علیل ہو گئے اور یہ علالت بایں قدر شدت اختیار کر گئی اس کے سبب آپ کا دماغ بھی متاثر ہو گیا بیماری کی اس شدید کیفیت میں بھی جب آپ کو کسی چیز کا مطلق خیال نہ رہا پھر بھی آپ بار بار اصرار فرماتے کہ میرے جوتے لاؤ مجھے مسجد میں نماز ادا کرنے جانا ہے اور اس کیفیت میں جن نمازوں کے اوقات گزرے ان میں وہ نمازیں مسجد جا کر ادا کرنے پر آپ کا اصرار بدستور جاری رہا دریں اثناء راقم الحروف عیادت کیلئے حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کیلئے مسجد میں پہنچنا دشوار ہے اور ویسے بھی جن ایام میں حضور اکرم ﷺ علیل تھے تو آپ نے بھی ان دنوں گھر پر ہی نماز ادا فرمائی تھیں اس اعتبار سے یہ سنت بھی ٹھہری لٰہذا بہتر یہی ہے کہ آپ گھر پر ہی نماز ادا کر لیا کریں تاکہ اس سنت پر بھی عمل ہو جائے بعد ازیں آپ نے مسجد کیلئے اصرار نہ فرمایا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک نماز کی کس قدر اہمیت تھی اور اس فریضہء جلیلہ کی ادائیگی کا آپ کو کتنا خیال رہا کرتا تھا۔ گویا "قَرۃُ عینی فی الصلٰوۃ" (یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے) کا آپ مظہر اتم تھے نیز اس سے آپ کی اتباعِ سنت اور اس کا احیاء بھی ظاہر ہوتا ہے۔

آپ کا وصف خصوصی دین متین کے احکامات پر مستقل مزاجی سے عمل ہے جو شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے۔ آپ کی تمام زندگی عادت کریمہ رہی کہ جو کام ایک مرتبہ شروع فرمایا اس پر مداومت اختیار فرمائی آپ کی حیات طیبہ کو قریب سے دیکھنے والے اس امر پر شاہدِ عادل ہیں کہ بچپن سے جو کام معمولات میں داخل فرمایا پھر رہتی زندگی تک انتہائی مستقل مزاجی سے اس پر عمل جاری رکھا۔

رسم توشہ:

حاصلانوالہ اور اس کے گردونواح میں قبلہ استاذِ گرامی کی آمد سے قبل

ایک رسم جاری تھی جسے توشہ کا نام دیا جاتا تھا۔ ہوتا یوں تھا کہ جس وقت کوئی شخص فوت ہو جاتا تو ورثاء حلوہ پکاتے اور اس حلوہ کو بڑے بڑے تھالوں میں ڈال کر میت کی چارپائی کے ساتھ ہی اٹھایا جاتا اور قبرستان پہنچ کر وہ حلوہ تمام شرکاء میں تقسیم کیا جاتا جس کی وجہ سے بعض جنازے ایک ایک دن دو دن تک لیٹ بھی ہو جاتے۔ جب استاذِ گرامی تشریف لائے اور اس رسم کو دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ بدعت ہے اور اس کے خلاف عملی جدوجہد کا آغاز فرمایا۔ اس کے لئے آپ کو زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر اعلائے کلمۃ الحق کے راستے میں آپ کسی کی پرواہ نہ کرتے اس میدان میں بھی آپ مخالفین سے ٹکرا گئے اور بڑی سختی کے ساتھ اس کا رد کیا۔ اور اسے بزور بازو روکا یہ ہے وہ ایمان کا اعلیٰ درجہ جو آپ کو متأخرین میں ممتاز کرتا ہے۔

حمیت ایمانی:

ایک مرتبہ قریہ حاصلانوالہ میں ایک شیعہ ملنگ نے آکر ڈیرہ جمالیا اب علاقے کے جملہ بدمعاش، غنڈے اور چرسی ملنگ کے پاس اکٹھے ہو جاتے اور غل غپاڑہ کرتے اور چرس وغیرہ کے دور چلتے۔

ایک دن قبلہ استاذ گرامی نماز عصر ادا فرمانے کے بعد مسجد سے نکلے تو ارادہ فرمایا کہ آج اس خبیث ملنگ کو ضرور نکال کر رہونگا اس ارادے کے تحت آپ تن تنہا اس کی ڈیرے کی طرف چل پڑے نہ ہی ان کی کثرت کا خیال فرمایا اور نہ ہی ان کی غنڈہ گردی سے مرعوب ہوئے راستے میں بابا محمد حسین صاحب سے ملاقات ہوئی مقاصد جانکر وہ بھی ساتھ ہو لئے دونوں حضرات ڈیرے پر جا پہنچے مگر خدا تعالیٰ نے ان لوگوں پر ایسا رعب طاری فرمایا کہ قبلہ استاذ صاحب کو دور سے دیکھتے

ہی اپنے ڈھول باجے چھوڑ کر فرار ہو گئے اکیلا ملنگ وحشت سے کانپنے لگا آپ نے اسے گریبان سے پکڑ لیا اور فرمایا اس گاؤں کو چھوڑ کر ابھی اور اسی وقت نکل جا ورنہ نتائج کا ذمہ دار تو خود ہو گا۔ وحشت زدہ تو وہ پہلے ہی تھا، بوریا بستر گول کر کے ایسا بھاگا کہ مڑ کر نہ دیکھا۔ آگے جا کر اس کی نیت بدل گئی اس نے گاؤں کے کنارے پہنچ کر پتھر اینٹیں وغیرہ اکٹھی کرنی شروع کر دیں مگر قبلہ استاذ صاحب نے اسے مہلت ہی نہ دی اور گاؤں کے باہر نکال کر ہی دم لیا۔ اور پھر آپ کی پوری زندگی میں کسی بد مذہب فرقے کو سر اٹھانے کی جرأت ہی نہ رہی۔

حمیت ایمانی:

گاؤں کا ماحول شہروں سے قدرے مختلف ہوتا ہے، کہ ڈیروں پر گرمیوں کے ایام میں لوگ جمع ہو کر گپ شپ کرتے ہیں اور طرح طرح کے لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں۔

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو ننگی تلوار ہاتھ میں لئے گاؤں کے گلی کوچوں میں گشت فرماتے کہ کہیں کوئی چوہدری یا وڈیرا رمضان المبارک کی بے حرمتی نہ کرے۔ اس سے آپ کی قوت ایمانی کا پتہ چلتا ہے کہ ایمان کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے کہ نہی عن المنکر بالقوۃ کے مقام پر فائز تھے۔

نظامِ مصطفیٰ کی تائید:

قبلہ استاذِ گرامی ساری زندگی ملکی سیاست سے تقریباً کنارہ کش ہی رہے البتہ 1977ء میں جبکہ تحریک نظام مصطفیٰ چلی تو آپ نے اپنی زندگی کا پہلا اور آخری ووٹ تحریکِ نظام مصطفیٰ کو دیا۔ اور فرمایا کہ ہر مسلمان پر اسلام کی خاطر نظام مصطفیٰ کو ووٹ دینا لازم ہے۔

حضور قلبی:

قبلہ استاد گرامی کے پیچھے نماز ادا کرنے کا شرف رکھنے والے احباب اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ مصلائے امامت پر نماز پڑھا رہے ہوتے کہ اچانک دائیں بائیں سلام پھیر کر فرماتے از سر نو نماز ادا کرو اور جب اس کے بارے آپ سے دریافت کیا گیا تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا کہ بعض دفعہ تکبیر تحریمہ کے وقت حضور قلبی حاصل نہیں ہوئی جس سے نماز میں اضطراب سا واقع ہوتا ہے اس اضطراب کو رفع کرنے کی خاطر نئے سرے حضور قلبی کے ساتھ نماز شروع کرتا ہوں ایک روز راقم الحروف دیگر احباب کے ہمراہ قبلہ استاذ گرامی سے سبق پڑھ رہا تھا کہ دوران سبق جہتِ قبلہ کے تعین پر گفتگو چل نکلی آپ جلال میں آگئے اور اسی حالتِ جلال میں تین بار فرمایا

"تو میں تمہیں بتاؤں میں تمہیں بتاؤں، میں تمہیں بتاؤں کہ میں اس وقت تک نماز شروع بھی نہیں کرتا جبکہ تک کعبۃ اللہ کو اپنی آنکھ سے دیکھ نہ لوں۔"

☆ مولانا ظہور احمد جلالی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی محفل میں تشہد کے اندر السلام علیک ایھا النبی کے حکایت اور انشاء ہونے پر گفتگو ہونے لگی تو آپ نے اس کے انشاء ہونے اور حکایت نہ ہونے پر متقدمین فقہاء و محدثین کے دلائل کے انبار لگا دیئے مگر میری جانب سے بدستور یہ اصرار جاری رہا کہ بعض علماء اسے حکایتہً پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب بھی نماز میں اس مقام پر پہنچتا ہوں تو سفرِ معراج کا سارا منظر میری نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اور میں ہمیشہ انشاءً ہی بارگاہِ رسالت مآب میں سلام عرض کرتا ہوں۔


کرامات

شمس الدین کا خواب :

محترم شمس الدین قریشی صاحب (محلّہ شفقت آباد منڈی بہاؤالدین) کا بیان ہے کہ ایک طویل عرصے سے نہ تو میں حاصلانوالہ حاضر ہو سکا اور نہ ہی قبلہ استاذ گرامی سے ملاقات ہوئی۔ پھر اچانک ایک رات خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ میرے گھر میں ایک مصلےٰ پر تشریف فرما ہیں میں نے عرض کیا حضور کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ فرمایا عرش سے اتنے میں میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنی زوجہ سے اس بات کا ذکر کیا کہ خدا خیر کرے یا تو استاذ صاحب بیمار ہیں یا آپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ زوجہ نے تسلی دی کہ نہیں اب تم سو جاؤ صبح اٹھ کر حاصلانوالہ کا پروگرام بنا لیتے ہیں۔ استاذ صاحب کی زیارت بھی ہو جائے گی اور رشتہ داروں سے ملاقات بھی۔ شمس الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب ہم گاڑی سے حاصلانوالہ اترے اڈے پر اور بھی کافی گاڑیاں کھڑی تھیں کسی کو کہتے ہوئے ہم نے سنا یہ تمام گاڑیاں قل شریف پر آنے والوں کی ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آج استاذ گرامی کا ختم قل شریف ہے جس کی خبر اشارۃً قبلہ استاذ صاحب نے خواب میں دی۔

لکھنوال کا سفر :

قاری محمد اعظم صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں استاذِ گرامی کے ہمراہ لکھنوال جا رہا تھا کہ اثنائے سفر میں نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے بس ڈرائیور کی کافی منت سماجت کی کہ وہ گاڑی روک کر نماز پڑھنے کا موقع دے۔ لیکن وہ بس روکنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوا کہ آخری چارۂ کار کے طور پر میں نے اسے کہا کہ ہمیں بس سے اتار دو ہم سفر نہیں کرنا چاہتے لیکن پچھلی گاڑی آگے نکل جانے کے

باعث وہ کسی طرح بھی گاڑی روکنے پر تیار نہ ہوا تو میں نے استاذِ گرامی کی خدمت میں تمام کیفیت عرض کی آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ تو میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ایک پیٹرول پمپ کے قریب پہنچ کر گاڑی خراب ہو گئی۔ استاذ صاحب نے فرمایا چلو بھائی اب اترو اور نماز پڑھ لو۔ ہم اترے تو نماز کے لئے بہترین جگہ بنی ہوئی تھی اور وضو کے لئے ٹھنڈے پانی کا نل تھا ہم نے بڑے سکون سے نماز ادا کی۔ بعد از نماز استاذ صاحب نے دعا مانگی ابھی ہاتھ چہرے پر پھیرے ہی تھے کہ بس کنڈیکٹر نے آواز دی چلو بھائی گاڑی ٹھیک ہو گئی ہے۔

فیضِ نگاہ :

حافظ عبدالغنی صاحب راوی ہیں بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی مولانا محمد دین صاحب کی نماز فجر اکثر رہ جاتی تھی انھوں نے قبلہ استاذ صاحب سے شکایت کی۔ تو آپ نے ان کیلئے دعا فرمائی اس کے بعد ملاقات ہونے پر مولانا نے قسم کھا کر بیان کیا کہ مجھے روزانہ صبح نماز فجر کے وقت استاذ صاحب کی آواز سنائی دیتی ہے کہ بیٹا اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

توجہ کا اثر :

حافظ عبدالغنی صاحب روایت کرتے ہیں کہ مجھے تہجد پڑھنے کی عادت نہیں تھی البتہ پانچ وقتی نماز پڑھنے کی کوشش کرتا تھا کہ ضرور پڑھوں۔ میں نے استاذ صاحب کو ایک دن عرض کیا۔ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں تہجد پڑھوں آپ نے فرمایا اللہ بہتر کرے گا میں گھر واپس آیا اس رات جب میں سویا تو تھوڑی دیر بعد اٹھ کر میں وقت دیکھتا یعنی ساری رات بے چینی سی

ی رہی کہ کہیں آج تہجد رہ نہ جائے الحمد للہ اس دن سے میرا معمول چلا آرہا
ہے کہ کبھی تہجد کا ناغہ نہیں ہوا۔

بصیرت:

آپ کے ایک روحانی فرزند کا بیان ہے کہ جب ہم حاصلانوالہ پڑھتے تھے تو سردیوں کی راتوں میں دار المطالعہ میں حقہ بنا کر بیٹھتے اور پھر تمام طالب علم باری باری حقہ پیتے اور مطالعہ کرتے مگر یہ کام استاذ صاحب سے چوری چھپے ہوتا تھا کیونکہ استاذ صاحب نے ہمیں منع کیا ہوا تھا۔ بایں وجہ ہم ہمیشہ خائف رہتے کہ کہیں استاذ صاحب کو علم نہ ہو جائے۔ اس لیے جب کوئی نیا طالب علم آتا تو ہم اسے مدرسے اور مدرسے کی پڑھائی سے بد ظن کر کے بھگا دیتے یہاں تک کہ ایک دن قبلہ استاذ صاحب نے مجھے فرمایا کہ بیٹا جو کچھ تم کرتے ہو۔ میں اُس سے واقف ہوں مگر چشم پوشی سے کام لیتا ہوں وگرنہ اگر توجہ کروں تو اللہ تعالیٰ ہر طرف سے سینکڑوں طالب علم بھیج دے۔

فراستِ مومن:

قبلہ استاذِ گرامی علیہ الرحمتہ کے قریبی اعزہ میں سے ایک صاحب فوج میں میجر کے عہدہ پر فائز تھے ان کا نام میجر سہیل عارف تھا۔ جب میجر صاحب کی آخری ملاقات قبلہ استاذِ گرامی سے ہوئی تو وہ عرض کرنے لگے کہ حضور اس وقت مجھے تین اور اچھی قسم کی ملازمتوں کی پیش کش کی جارہی ہے ان میں ایک محکمۂ پولیس میں اعلیٰ عہدہ بھی شامل ہے۔ آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے لئے کونسا راستہ مناسب اور موزوں رہے گا۔ آپ نے فرمایا جس عہدہ پر اب تم فائز ہو اسی پر براجمان رہو اسے ہر گز نہ چھوڑنا کیونکہ تیرے لئے اسی عہدہ

میں ایک عظیم مقام و مرتبہ منتظر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ استاذِ گرامی علیہ الرحمتہ کے چہلم سے دو روز پہلے میجر سہیل عارف شہید کا جسدِ خاکی گھر پہنچا جو کارگل کے محاذ پر دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر کے حیاتِ جاوداں پا گئے۔

زیارتِ محبوبِ دلنواز:

قسمت اور مقدر میں کوئی کسی کا ساجھی اور شریک نہیں ہوا کرتا۔ ہر ایک کو منعم حقیقی نے جدا جدا مقدر کا وارث بنایا ہے۔ اسمیں کسی کے کسب کو کوئی دخل نہیں یہ وہبی نعمت ہے۔ جناب قاری محمد اعظم صاحب سے مروی ہے کہ میں قبلہ استاذِ گرامی کی مجلس میں حاضر تھا کہ آپ روئے سخن میری جانب کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ ایک شب میں محوِ خواب تھا کہ بختِ خفتہ نے یاوری کی اور خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں شاہ صاحب آف حاصلانوالہ کے مزار میں ہوں اور صاحب مزار کے سرہانے کی جانب ایک کھڑکی کھلی ہے دفعتاً ہر سو نور کی چادر تن جاتی ہے اور فضا خوشبو سے بھر جاتی ہے اور اس کھڑکی سے حضور اکرم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم ﷺ گھوڑے پر سوار جلوہ گر ہوتے ہیں۔ میں فوراً آگے بڑھتا ہوں۔ اور اپنی جبیں نیاز کو پائے ناز پر جھکا دیتا ہوں۔ مجھے شرف پابوسی سے مشرف کرنے کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

بندہ فانی ہے مگر یہی بندہ جب ریاضتوں، مجاہدوں، اور پیہم عبادتوں کے ذریعے قرب خداوند حاصل کر لیتا ہے۔ تو چونکہ وہ ذات باقی اور لافانی ہے تو یہ بندہ خود کو جب اُس کی ذات باقی میں فنا کر دیتا ہے تو پھر اس فانی کو بھی ذات باقی میں فنا ہونے کے سبب دائمی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس بندے کیلئے قرب و بعد اور اس کی اپنی ذات کے سبب پیدا شدہ حجابات مرتفع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک

دفعہ قبلہ استاد گرامی نے قاری محمد اعظم صاحب کو فرمایا کہ ایک روز میں مدرسہ میں کھڑا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ جس جگہ اب مسجد ہے وہاں حضور ﷺ محو خرام ہیں کچھ وقت اس مقام کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے متبرک اور متیمن کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے مگر پورے ماحول کو خوشبوؤں میں بسا گئے۔

؎ جہاں جہاں سے گذرے جہاں جہاں وہ ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے!!!

عشق مصطفیٰ ﷺ :

ہر انسان کو اللہ کریم نے دو جوہر خاص عطا فرمائے ہیں۔ ایک جوہر، جوہر عقل ہے اور ایک جوہر، جوہر عشق کہلاتا ہے۔ عقل کو ابن الکتاب بھی کہا گیا ہے اور عشق کو ام الکتاب کا نام دیا گیا۔ عقل و خرد اور دانش و بنیش سے الجھی ہوئی گتھیوں کو تو ضرور سلجھایا جاسکتا ہے۔ مگر عرفان ذات عشق ہی کی بدولت نصیب ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نی کہا تھا کہ

؎ خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

اقبال جیسا مفکر اور مدبر بھی عقل کی گتھیاں سلجھانے کے بعد مزید جو چیز طلب کرتا ہے وہ عشق ہی کی دولت ہے لیکن یہ دولت دیتے ہوئے خداوند دو جہاں دیکھتے ہیں کہ یہ اپنا ہے یا بیگانہ کیونکہ یہ دولت غیروں کے سپرد نہیں کی جاتی۔ اور پھر عشق رسول ﷺ صرف خواص کو عطا کیا جاتا ہے۔ انہی مقبول بارگاہ لوگوں میں سے ایک ذات قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمتہ کی ہے۔ جب آپ کے سامنے توصیف پیغمبر کی جاتی یا کسی بھی صورت میں ذکر رسول خدا کیا جاتا تو اس وقت آپ کی

حالت دیدنی ہوا کرتی تھی۔ آپ پر عجیب قسم کا کیف طاری ہو جاتا تھا اور نگاہیں پرنم ہو جایا کرتی تھیں۔ اور آپ کے عشق رسول خدا ﷺ کا اندازہ اس بات سے بطریق احسن لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپ کا پوری زندگی یہ معمول رہا ہے کہ آپ بلا ناغہ بعد نماز اشراق بارگاہ نبوت ورسالت میں دو نوافل کو بارگاہ نبوت میں پیش کرتے تاکہ آقائے دو جہاں ﷺ کے نور پاک سے اپنی قبر کو منور کرنے کا سامان کیا جا سکے۔

☆ جب راقم الحروف نے ملا جلال کی ابتدا کی تو خطبہ ختم ہونے کے بعد بعد فهذه عجالة نافعة پر بحث فرماتے ہوئے اچانک قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمتہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ جب یہاں تمام فرقوں کے علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اسم اشارہ کا مشارٌالیہ محسوس مبصر ہونا ضروری ہے تو پھر اس حدیث پاک میں کہ جب قبر کے اندر ملائکہ سوال کریں گے کہ

ماكنت تقول فی حق هذا الرجل

بتا تو اپنی ظاہری زندگی میں اس ذات والا صفات کے متعلق کیا کہا کرتا تھا۔ تو بعض لوگ خدا معلوم قبر میں آپ کی زیارت سے کیوں انکار کرتے ہیں جبکہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ بہ نفس نفیس قبر میں جلوہ فرما ہوں گے۔ وریں اثنا راقم الحروف نے عرض کیا کہ کیا قبر میں آپ بذات خود تشریف لاتے ہیں۔ یا فقط قبر اور آپ کے درمیان موجود پردوں اور حجابات کو مرتفع کر دیا جاتا ہے۔ تو جواباً ارشاد فرمایا عوام کی قبروں سے حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں لیکن خاصان بارگاہ کے مزارات میں آپ خود تشریف لا کر انہیں نوازا کرتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا پیارا اور صاف وشفاف عقیدہ ہے۔ اور کتنا زیارت مقدسہ پر اعتمادِ

کامل ہے۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہء دامانِ اوست

پھر بارش ہوئی:

خدا تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے از حد محبت ہے مگر اپنی مخلوق میں سے وہ لوگ اپنے خالق و مالک کے اطاعت گزار ہوتے ہیں اور اپنی پوری زندگی جادۂ حق پر ثابت قدم رہ کر بسر کر دیتے ہیں اور احکام خداوندی سے سر مُو بھی انحراف نہیں کرتے پھر وہ ایسے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ اور بارگاہ خداوندی میں اٹھے ہوئے ہاتھ کبھی رد نہیں ہوتے بلکہ حدیث پاک میں یوں ذکر آتا ہے کہ قرب کی منزلوں پر جلوہ گر ہونے کے بعد بندہ پر وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ

اگر وہ بندۂ خدا کسی کام پر قسم کھالے تو خداوندِ دو عالم اس کی قسم کو ضرور پورا فرما دیتا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب آف نصیرہ اپنے تعلیمی دور کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ جمعتہ المبارک کا دن تھا اور سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا حدت کی شدت پورے شباب پر تھی ایسے میں قبلہ استاذِ گرامی علیہ الرحمتہ اپنی مسند پر جلوہ فگن تھے کہ عبداللہ نامی ایک زمیندار حاضر خدمت ہو کر یوں عرض پرداز ہوا کہ یا حضرت اپنے کسی نیاز مند کو حکم دیں کہ وہ کھیت سے تازہ تربوز لاکر آپ کی خدمت میں پیش کرے اس خدمت کی بجا آوری کیلئے قرعہء فال میرے نام نکلا میں نے کھیت کی طرف روانگی سے قبل عرض کیا کہ حضور کافی دنوں سے

بارانِ رحمت کیلئے ترس رہے ہیں بارگاہ ایزدی میں دستِ سوال دراز فرمائیں میں نے اپنے یہ الفاظ تین بار دھرائے جب میرا اصرار بڑھا تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا عالمِ جلال میں یوں گویا ہوئے

"جا بندے دیا بارش ہووے دی"

("بندے دیا" آپ کا تکیہ کلام تھا) آپ کے اس فرمان سے حوصلہ ہوا اور میں خوشی خوشی شدتِ گرمی کی پرواہ کئے بغیر کھیت کی طرف رواں دواں ہوا کھیت سے تربوز ہمراہ لئے گاؤں میں داخل نہ ہوا تھا کہ مطلع پر کالی گھٹا چھا گئی اور فضا خنک آلود ہو گئی باد و باراں کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ چند لمحوں میں بھیگ گیا مجھے دیکھتے ہی قبلہ استاذِ گرامی رحمتہ اللہ علیہ نے متبسم ہو کر فرمایا

"بندے دیا ہون راضی ایں"

خواب میں دادرسی :

جناب محمد صادق صاحب ولد راجہ خان گجر آف تریڑوانوالہ کی زوجہ محترمہ نذیر بیگم کا بیان ہے کہ میں عرصہ دراز سے ایک نہایت ہی موذی مرض کا شکار تھی جس کے علاج کے لئے ہم نے اپنے علم کے مطابق تقریباً ہر ڈاکٹر اور حکیم سے رابطہ کیا تھا مگر افاقہ ہونے ہی میں نہ آتا تھا کہ ایک دن میرے بختِ خوابیدہ نے یاوری کی اور رات خواب میں مَیں نے دیکھا کہ میں اپنے میکے ٹھٹھہ پور میں ہوں اور ساتھ میں میری بیٹی بھی ہے کہ یکایک ایک بزرگ سبز لباس زیب تن کئے، سفید ریش، بارعب چہرہ تشریف لائے۔ اس حال میں کہ ان کی ہاتھ میں ایک رومال بھی تھا۔ انہوں نے وہ رومال دروازہ کے قریب کھڑی ہوئی میری بچی کے گلے میں ڈال دیا اس بچی کی عمر تقریباً 12 یا 13 برس کے لگ بھگ

تھی یہ منظر دیکھ کر میں رونے لگ گئی اور عرض کرنے لگی کہ حضور میں تو پہلے ہی سخت بیمار ہوں آپ میری بچی کو کیا کرنے لگے ہیں۔ ان بزرگوں نے وہ رومال اس بچی کی گلے سے نکال لیا اور دوسری طرف منہ کر کے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اور پوچھا کہ تجھے کیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے سارے بدن میں دردیں ہیں۔ حکیم اور ڈاکٹر مجھے لاعلاج قرار دے چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ مت تم ٹھیک ہو جاؤ گی پھر مجھے دم فرمایا۔ پھر میں نے دریافت کیا آپ کون ہیں اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ جواب دیا: میرا نام سلطان احمد ہے اور میں حاصلانوالہ سے آیا ہوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ اچانک منظر تبدیل ہوا اور میں نے ایک کھلی سی گلی دیکھی جس میں ایک طرف پرائمری سکول ہے اور اس کے مقابل کچھ دوکانیں ہیں اور سامنے ایک قبرستان بھی ہے جس میں دربار بھی ہیں۔ پھر صبح اٹھ کر میں نے یہ بات اپنے خاوند کو بتائی جسے اس نے محض ایک خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور پھر سے حکیموں اور ڈاکٹرز کی طرف رجوع کا سلسلہ شروع ہو گیا مگر چونکہ افاقہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ پھر چار پانچ سال کا عرصہ گذرنے پر میں نے اپنے شوہر سے اصرار کیا کہ حاصلانوالہ گاؤں اور ان بزرگوں کے بارے میں پتہ کروائیں کہ یہ گاؤں کہاں ہے؟

اب محمد صادق صاحب کا بیان ہے کہ ایک روز میری دکان پر ایک صاحب آئے۔ باتوں باتوں میں میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ حاصلانوالہ سے آیا ہوں پھر میں نے وہاں کے بزرگوں اور پرائمری سکول کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے تصدیق کی اب میرا شک یقین میں بدل گیا۔ پس گھر آتے ہی میں نے اپنی اہلیہ کو ساتھ لیا اور ہم دونوں حاصلانوالہ جا پہنچے ہمیں کسی سے پتہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آئی کیونکہ

تمام راستہ ہمیں خواب میں دکھادیا گیا تھا۔ جیسے ہی ہم آپ کی دوکان کے سامنے پہنچے تو ہم نے کسی اور شخص کو وہاں بیٹھے دیکھا ان سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ قبلہ استاذِ گرامی سخت علیل ہیں اور کچھ عرصہ سے صاحبِ فراش ہیں۔ پھر میری اہلیہ استاذ صاحب کے گھر گئی اور ان سے کہہ کر کچھ دیر بعد مجھے بھی اندر بلا لیا۔ قبلہ استاذ صاحب کی صحت دیکھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا کہ ہم نے اتنی دیر کیوں کر دی آج سے چار پانچ سال پہلے ہی کیوں نہ آگئے پھر آپ سے ساری بات بیان کی۔ آپ نے بڑی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دم فرمانے کے ساتھ ساتھ دوا بھی تجویز فرمائی اس سے میری زوجہ کما پرانی لاعلاج مرض میں خاصہ افاقہ ہوا۔

اللہ کریم قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمتہ کے درجات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

کشف قبور

ہر طرح کی نعمتوں کا منبع مصد اور سر چشمہ ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ وہ جس کو جتنی خصوصیتوں، صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازنا چاہتا ہے اپنے فضل محض سے نوازتا ہے بصیرت اور بصارت دونوں نعمتیں خداوند قدوس نے ہر ایک کو عطا کی ہیں اگرچہ ہر ایک کی بصیرت اور بصارت مختلف ہوتی ہے۔ اسی کو حدیث پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

اتقوا فراسة المؤمن فانّه ينظر بنور الله (الحدیث النبوی)

ترجمہ: مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ صوفیٔ باصفاء استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا فیض احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو قبلہ استاذِ گرامی علیہ الرحمتہ کے قریبی دوستوں میں سے تھے اور انتہائی عقیدت مند بھی۔ اُنھوں نے اپنے تمام صاحبزادگان کو قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمتہ کی دست حق پرست پر بیعت کرایا۔ جب وہ اس دار فانی کو الوداع کہہ کر عالم باقی کو سدھار گئے۔ تو ایک روز استاذ گرامی ان کی قبر پر تشریف لائے اور بعد از دُعا مسکرا کر فرمایا۔

"میں مولوی صاحب کو مزار کے اندر مسکراتے ہوئے دیکھ رہا ہوں"

☆ اسی طرح ایک مرتبہ استاذِ گرامی رحمتہ اللہ علیہ قبلہ شاہ صاحب عبداللہ ولی (جو حاصلانوالہ کے غربی قبرستان میں مشہور مزار ہے۔) کے مزار پر فاتحہ خوانی کی غرض سے تشریف لے گئے تو صاحب مزار قبلہ شاہ صاحب سے یوں ملاقات فرمائی جیسے شاہ صاحب قبر میں نہیں بلکہ سامنے تشریف فرما ہوں اس واقعہ کو متعدد علماء کرام نے بیان کیا ہے۔


متفرقات

"یارسول اللہ انظر حالنا"

حضرت مولانا محمد شریف صاحب ہی کا بیان ہے کہ میں کتابیں بڑی محنت سے دیکھتا مگر سبق پڑھنے پر سمجھ کما حقہ نہیں آتی تھی میں نے اپنی اس کیفیت کی استاذ صاحب کو شکایت کی تو آپ نے فرمایا تو یارسول اللہ انظر حالنا بطور وظیفہ کے پڑھا کر میں نے پڑھنا شروع کر دیا چند ہی دنوں مین یہ شکایت جاتی رہی پھر رمضان المبارک کا مہینہ آگیا میں نے ستائیس رمضان المبارک کی شب کو سجدہ میں سر رکھ کر یہی وظیفہ پڑھنا شروع کیا حتی کہ مجھے نیند آگئی اس نیند میں اس قدر نوازا گیا پھر کسی چیز کی طلب نہ رہی۔

پیر صاحب آف ڈھانگری شریف کی نیاز مندی:

خاندانی رسم درواج اور اقدار کا انسانی زندگی میں خاصا عمل دخل ہوتا ہے۔ خاندانی روایات انسان کی سرشت اور فطرت میں شامل ہوتی ہے جس سے اس کے حسب ونسب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت پیر طریقت رہبر شریعت قبلہ پیر محمد فاضل رحمتہ اللہ علیہ آف ڈھانگری شریف نے قبلہ استاذ گرامی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیے تھے اور ایک عظیم والد کا عظیم بیٹا ہونے کے باوصف آپ جب بھی استاذ گرامی کے حضور شرفِ زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو تقاضائے ادب بجالاتے ہوئے حاصلانوالہ کے باہر سیم نالہ پر ہی گاڑی سے اتر کر پاپیادہ ملاقات وزیارت کیلئے حاضر ہوتے تھے اور انتہائی خلوت میں ادب واحترام کے ساتھ نذر ونیاز پیش کرتے اور دعا کے خواہاں ہوتے مگر کبھی بھی استاذ گرامی کو خورد ونوش کی زحمت نہ دیتے۔

قبلہ حضرت پیر صاحب اکثر اپنے حلقہء ارادت میں فرمایا کرتے تھے

کہ آج کے اس پر آشوب اور قحط الرجال کے دور میں علمائے ربانیین میں جو مقام و مرتبہ قبلہ استاذ گرامی کو حاصل ہے وہ انہی کا حصہ اور خاصہ ہے علاوہ ازیں جب بھی قبلہ استاذ گرامی رحمتہ اللہ کو مسائل در پیش ہوئے تو پیر صاحب آف ڈھانگری شریف انتہائی عقیدت و محبت اور رازداری سے آپ کی خدمت فرماتے خصوصاً دارالعلوم اور مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بھی قبلہ پیر صاحب آف ڈھانگری شریف نے قبلہ استاذ گرامی کی خدمت میں خطیر رقم پیش کی اور دیگر امور میں بھی آپ نے بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ فرمایا۔ خداوند قدس سے دست بدعا ہوں کہ وہ ان ہر دو بزرگ ہستیوں کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

کرم گستری:

جب راقم الحروف کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال ہوا تو موسم برسات کے باعث طوفان بادوباراں کا بہت زور تھا ہر طرف پانی کی فراوانی اور کیچڑ کی بہتات تھی ایسے حالات میں ایک معمر اور ضعیف تو کجا ایک جوان اور صحت مند آدمی بھی باہر قدم رکھنے سے گریزاں ہوتا ہے مگر قبلہ استاذ گرامی نے کمالِ شفقت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے قاری محمد اعظم صاحب کو ہمراہ لیا اور عازم ڈنگہ ہوئے چونکہ راہ چلنا خاصا دشوار تھا اس صورتحال کے پیش نظر قاری محمد اعظم صاحب نے مشورۃً عرض کیا کہ حضور راہ کی صعوبتیں برداشت کرنے سے تو بہتر ہے کہ ہم واپس گھر چلے جائیں اور جب مطلع صاف ہو گا تو پھر حاضری دے لیں گے جواباً آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں آج وہاں مجھے ضرور جانا ہے۔

کیونکہ "رضا" (راقم) کی رضا ضروری ہے"

قبلہ استاذ گرامی کی بے پایاں شفقتیں اور بے لوث و پر خلوص محبتیں ہمیشہ

یادرہیں گی۔

؎ تو نے ہمیں بھی کبھی مسکرا کے دیکھا تھا
تیری نظر کا وہ قرض آج تک ادا نہ ہوا

تلامذہ :

ویسے تو آپ کی بیشمار روحانی اولاد ہے جن میں بڑی بڑی قد آور شخصیات بھی ہیں۔ان تمام شخصیات کے اسماء گرامی کا تو یہ رسالہ متحمل نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی ہم یہاں بعض چیدہ چیدہ شاگردوں کے نام تحریر کرتے ہیں۔

(۱) حضرت پیر طریقت رہبر شریعت عمدہ السالکین پیر محمد فاضل صاحب رضی تعالےٰعنہ آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف۔

(۲) استاد المحدثین زبدۃ الاتقیاء حافظ الحدیث حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی شیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف۔

(۳) امام الصرف والنحو استاذ المحدثین حافظ جہانیاں علامہ حضرت مولانا محمد نواز صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف۔

(۴) حضرت پیر طریقت مجاہد اہلسنت حضرت مولانا پیر محمد افضل قادر صاحب زیب سجادہ آستانہ عالیہ نیک آباد شریف مراڑیاں شریف۔

(۵) حضرت شیخ طریقت شیخ المشائخ۔ مولانا پیر محمد یعقوب شاہ صاحب کیرانوالہ شریف۔

(۶) حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالکریم صاحب ابدالوی شیخ الحدیث خانقاہ ڈوگرہ شیخوپورہ۔

(۷) حضرت فاضل جلیل مولانا حافظ محمد حنیف مجدہ ڈنگہ شریف۔

(۸) حضرت استاذ العلماء مولانا غلام رسول صاحب زیدہ مجدہ صدر مدرس علی پور شریف (مصنف فتاویٰ برطانیہ حال مقیم برطانیہ)
(۹) فاضل جلیل حضرت استاذ العلماء مولانا محمد یونس صاحب۔
(۱۰) حضرت استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول صہر محدث اعظم پاکستان مولانا ذوالفقار احمد صاحب دامت برکاتھم العالیہ۔ سانگلہ ہل۔
(۱۱) حضرت علامہ زینت المدرسین استاذ العلماء مولانا غلام حیدر صاحب آف پرانا لالہ موسیٰ۔
(۱۲) مجاہد تحریک آزادی و تحریک ختم نبوت فاضل نبیل حضرت علامہ مولینا سید محمود شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ گجراتی۔
(۱۳) استاذ العلماء والمدرسین حضرت مولانا محمد رحیم بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ احمد پور شرقیہ۔
(۱۴) حضرت علامہ استاذ العلماء مولانا ظہور احمد صاحب مانگا منڈی لاہور۔
(۱۵) حضرت علامہ مولانا محمد فاروق صاحب فیصل آباد۔
(۱۶) حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب حال مقیم سعودیہ۔
(۱۷) حضرت علامہ مولانا محمد شریف صاحب حافظ آباد۔
(۱۸) استاذ العلماء مولانا محمد ابراہیم صاحب دار العلوم کنز الایمان (نصیرہ)
(۱۹) حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب جامعہ غوثیہ رضویہ (لکھنوال)
(۲۰) حضرت علامہ مولانا محمد انور صاحب دامت برکاتھم القدسیہ مدرس جامعہ نعیمہ لاہور
(۲۱) حضرت علامہ مولانا عبد المعید عابد صاحب مدظلہ آف ننکانہ صاحب۔
(۲۲) محترم جناب مولانا محمد سجاد یوسف رضوی مدظلہ آف (نصیرہ)۔

(۲۳) حضرت علامہ مولانا عبدالشکور صاحب مدظلہ آف حاصلانوالہ شریف۔

(۲۴) حضرت علامہ مولانا جناب برکت علی صاحب آف بلوچستان۔

(۲۵) حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب سلیمانی (بہاولنگر)۔

(۲۶) حضرت مولانا محمد ریاض صاحب آف باگڑیانوالہ۔

(۲۷) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب آف گلگت۔

(۲۸) حضرت علامہ پیر عبدالرحمٰن صاحب قریشی مخدوم رشید ملتان۔

(۲۹) حضرت مولٰینا قاضی محمد الیاس صاحب سکیریالی۔

سعادتمند کلاس :

اللہ کریم کسی کی خدمت کو رائیگاں نہیں جانے دیتے مگر شرط یہ ہے کہ خدمت جذبہ اخلاص کے تحت کی جائے جیسے قران کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِن اللّٰہ لا یضیع اجر من احسن عملاً۔ (القرآن)

بسا اوقات حسن عمل سے انجام پانیوالی یہی خدمت بلندیٔ درجات کا سبب بن جایا کرتی ہے اس کی طرف علامہ اقبال نے ارشاد فرمایا ہے۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے
(اقبال)

ویسے تو کسی بھی ولی کامل کی جب بھی خدمت کی جائے وہ دنیا آخرت کی فوز و فلاح کا زینہ اور سعادتوں کا ذریعہ ٹھہرا کرتی ہے مگر ضعف پیری شدید علالت کے دور کی خدمت میں جس قدر مشقت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر خدمت گزاروں کو اجر د

ثواب اور رتبہ کی بلندی نصیب ہوتی ہے جن ایام میں قبلہ استاذ گرامی علیہ الرحمتہ علیل تھے ان دنوں جس خوش بخت کلاس کو آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر اپنی خدمات پیش کرنے کا شرف حاصل رہا ان میں مولانا عبدالمعید عابد صاحب مولانا عبدالشکور صاحب قاری محمد اعظم صاحب کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں جب قبلہ استاذ گرامی صاحب فراش تھے تو ان اصحاب ثلاثہ نے بڑی تندھی کے ساتھ آپ کی خدمت کی اور صحیح معنوں میں خدمت کا حق ادا کیا جب قبلہ استاذ گرامی نے دار العلوم سے ملحق مسجد تعمیر کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا تو انہی اصحاب نے تعمیر مسجد کے سلسلہ میں ذاتی دلچسپیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کام کو بڑی سرعت کے ساتھ پایہء تکمیل کو پہنچایا یعنی پندرہ دن کے قلیل عرصہ میں مسجد کا چھت ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر قبل استاذ گرامی کی خوشی کی انتہاء نہ رہی اور پھر آپ نے ان پر وہ شفقتیں اور نوازشیں فرمائیں جو اہل مقدر کا حصہ ہوا کرتی ہیں سچ تو یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں ان دوستوں کی اس خدمت کا صلہ جو انہوں نے آپ کی ایام علالت میں کی قبلہ استاذ گرامی نے یہ دیا کہ ان کے ذمہ مسجد کی تعمیر کا کام سپرد کر دیا کہ جب تک یہ مسجد قائم رہے گی اس وقت تک ان کا نام زندہ رہے گا اور آخرت کے لئے یہی صدقہ جاریہ ان کے لیے باعث نجات ثابت ہوگا۔

خداوند ہر دو عالم انہیں ابد سعادتوں اور سرمدی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ (آمین)

اسی طرح ایک منفرد خادم حاصلانوالہ میاں محمد صاحب عرف لالہ جی کو کون نہیں جانتا آپ کی ذات جملہ معتقدین متوسلین اور شاگردوں میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ ہر دور کے طلباء کے لئے یادگار رہے ہیں۔ آپ نے تمام زندگی قبلہ استاذ گرامی کی خدمت میں بسر کی اور اب قبلہ استاذ گرامی کی حکمت کی

دکان بھی آپ ہی کے سپرد ہے۔

فرزندِ ارجمند :

فیاضِ ازل نے جہاں اپنے اس بندۂ خاص کو دیگر بے شمار نعمتوں سے نواز رکھا تھا ان کے ساتھ ساتھ قدرت نے آپ کو اولادِ نرینہ کی دولت سے بھی متمتع کیا تھا۔ اللہ جل جلالہ نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے بڑے صاحبزادہ صاحب کا نام عبدالواحد ہے اور چھوٹے محترم و مکرم پیکر اخلاص و وفا اور مجسمہءِ تسلیم و رضا جناب صاحبزادہ عبدالصمد عابد صاحب ہیں جو 12 جون 1964ء کو حج کے مبارک دن حاصلانوالہ میں متولد ہوئے اسی مناسبت سے حلقہءِ احباب میں آپ حاجی صاحب کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی گاؤں کے سکول سے میٹرک کا امتحان نمایاں پوزیشن میں پاس کیا۔ بعد ازیں ایف، اے کرنے کے بعد 1982 میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی اس کے بعد تلاش روزگار کے سلسلہ میں کچھ مدت آپ نے بیرون ملک بھی بسر کی پھر والدِ گرامی کی صحت کے پیش نظر ان کی خدمت کا ارادہ کر لیا۔ دریں اثناء کچھ عرصہ لالہ موسیٰ میں بھی کاروباری معاملات میں مشغول و مصروف رہے۔ پھر جب والدِ گرامی زیادہ علیل رہنے لگے تو ایک اطاعت گذار اور ہونہار بیٹے کا ثبوت دیتے ہوئے کاروبار کو خیر آباد کہہ کر حاصلانوالہ قیام پذیر ہو گئے۔ اور علاقہ میں تعلیمی فقدان کے پیش نظر آپ نے مستقبل کے معماروں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا عزم بالجزم کیا اور گاؤں میں ایک سکول کی طرح ڈالی اور ساتھ ساتھ والد گرامی کی خدمت بھی کرتے رہے۔ قبلہ استاذ گرامی نے بڑے مؤثر اور غیر محسوس انداز میں اپنے اس لختِ جگر کی

روحانی تربیت فرمائی۔ جس کے نتیجے میں آپ اعلیٰ اخلاق، پاکیزہ کردار، جذبہ خدمت اور استقامت فی الدین جیسی صفاتِ عالیہ سے یوں بہرہ ور ہوئے کہ باوجودیکہ آپ نے اپنے والدِ گرامی سے باقاعدہ درس نظامی بھی نہیں پڑھا مگر علماء اور صوفیاء کی محفل میں اسی محفل کا حصہ محسوس ہوتے ہیں قبلہ والد گرامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کے بعد دارالعلوم کا انتظام وانصرام آپ ہی کے ذمہ ہے اور آپ اس ذمہ داری کو بڑے احسن انداز میں نبھار ہے ہیں۔

جناب صاحبزادہ صاحب نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا اور جمیعت علماءِ پاکستان کی ضلعی قیادت میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ اور آپ نے ہمیشہ ملک وقوم کی خدمت کے سلسلہ میں نمایاں کردار ادا کیا قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ سے آپ کو بے پناہ عقیدت اور محبت ہے علاقہ میں سماجی کاموں میں آپ کی خدمات تاریخ کے اوراق میں زریں الفاظ سے رقم کی جائیں گی۔

اماں جی حضور :

یہ بھی قدرت کا عطیہ ءِ خاص ہوا کرتا ہے کہ وہ انسان کو اچھا جیون ساتھی عطا فرمادے، کیونکہ رشتہ ءِ ازدواج میں منسلک ہو جانے کے بعد انسانی زندگی ایک نئی نہج پر چل نکلتی ہے، جس میں دوسرے شریکِ سفر کا اہم کردار ہوا کرتا ہے۔ قدرت نے قبلہ استاذ گرامی کو بھی شریکِ سفر بڑا عمدہ عطا فرمایا تھا۔ ہم قبلہ استاذ گرامی کی زوجہ ءِ محترمہ کو اماں جی حضور کے نام سے موسوم کیا کرتے۔ اور وہ بھی ہمارے ساتھ اپنے حقیقی بیٹوں جیسا سلوک فرمایا کرتیں۔ اماں جی حضور نے قبلہ استاذ گرامی کی پوری زندگی آپ کے ساتھ نہایت خلوص، وفاشعاری اور خدمت گزاری کے جذبہ کے تحت بسر کی۔ انہی پیہم خدمات کے پیشِ نظر استاذ

گرامی اپنی مخصوص دعاؤں کے اہم اوقات میں اپنی رفیقہء حیات کے لئے خصوصی دعا فرمایا کرتے تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ۔

"ھن لباس لکم وانتم لباس لھن"

ترجمہ : وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو

کا مظہر کامل تھے۔

اماں جی حضور زہد و تقویٰ اور عجز و انکساری کا مرقع ہیں اور یہ سب قبلہ استاذِ گرامی کی صحبتِ صالحہ اور تربیت کاملہ کا فیضان ہے۔ قبلہ استاذ گرامی کے حضور زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہونے والے طلباء کے ساتھ آپ کا برتاؤ ہمیشہ حقیقی والدہ کی طرح کا رہا ہے۔ طلباء آپ کے ہاں یہ ہرگز نہیں محسوس کرپاتے کہ وہ دیارِ غیر میں مقیم ہیں بلکہ آپ کی بے پایاں شفقتوں اور محبتوں کی بدولت ان طلباء کو گھر جیسا ماحول میسر ہوا کرتا تھا۔ وفا شعاری اور خدمت گزاری کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے وہ تسلیم و رضا کا پیکر ہیں۔ اصلاح احوال پر ان کی خصوصی نظر رہتی ہے۔ ایک وصف جو ان کی زندگی میں ظاہر و باہر نظر آتا ہے کہ انھوں نے کبھی قبلہ استاذ گرامی اور اپنے درمیان کسی مسئلہ کو وجہ نزاع نہیں بننے دیا حتی کہ جب اولاد کے رشتوں کا وقت آیا تو عرض کر دیا کہ حضور یہ آپ کے بچے ہیں جو آپکی رضا ہو وہی میری رضا ہے۔

اماں جی حضور! کا راقم الحروف کے ساتھ اس قدر پیار اور شفقت کا رویہ تھا کہ وہ ہمیشہ مجھے اپنا بیٹا کہہ کر پکارا کرتی تھیں، سچ تو یہ ہے وہاں بسر کئے ہوئے شب و روز مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ کیونکہ اس ماحول میں مجھے کبھی بھی اجنبیت کا احساس نہ ہوا۔

امام جی حضور! کا تعلق خاندانِ جٹ سندھو سے ہے، آپ میاں فتح محمد

صاحب (جن کا شمار گاؤں کے معزز زمینداروں میں ہوتا ہے) کی صاحبزادی تھیں۔ یہ نکاح محض للّٰہیت کی بناء پر ہوا۔ آپ کی نکاح کے وقت عمر مبارک 13 برس تھی۔ آپ کی تعلیم وتربیت قبلہ استاذ گرامی نے بعد از نکاح خود فرمائی اور آپ کو قرآن کریم کی تعلیم سے آراستہ فرمایا۔ اللہ کریم آپ کو عمرِ خضری بصحت عطا فرمائے۔

بارگاہِ خداوندی میں دامنِ طلب پھیلا کر عرض پرداز ہوں کہ۔

الٰہی تا ابد آستانِ یار رہے
یہ آسرا ہے غریبوں کا برقرار رہے

خداوند قدوس ان کی مساعیٔ جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین، ثم آمین


تاثرات

?P½

قائدِ ملتِ اسلامیہ

قائدِ ملت اسلامیہ امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی دامت برکاتہم کا مکتوب
تعزیت بنام صاحبزادہ عبدالصمد صاحب دامت برکاتہم

عزیزیم محترم صاحبزادہ عبدالصمد عابد صاحب سلمہ اللہ
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے والد ماجد استاذ العلماء حضرت العلامہ مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ وبرکاتہ واسعۃ وصال فرما گئے۔ مولا تعالیٰ ان کے درجات عالیہ کو بلند فرمائے آمین۔ آپ سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین
حضرت مرحوم کی علمی خدمات نا قابل فراموش ہیں وہ اپنے وقت کے بے بدل مدرس تھے، دینی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی فقیر کی جانب سے سب کی خدمت میں تعزیت پیش فرمادیں۔

والسلام
طالب دعا شاہ احمد نورانی صدیقی عفی عنہ
۲۹ / محرم ۱۴۲۰ھ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت صاجزادہ مولانا محمد عتیق الرحمان صاحب
دامت برکاتھم العالیہ۔زیب سجادہ آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف،

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

استاذ العلماء والمشائخ حضور قبلہ ء عالم حضرت استاذ صاحب رضی اللہ عنہ حاصلانوالہ والے علم وفضل کے آفتاب ہیں جس کی روشنی چار دانگ عالم میں موجود ہے۔ آپ علم وفضل تقویٰ وطہارت میں یکتائے زمانہ ہوئے ہیں میرے والد گرامی حضرت مولانا محمد فاضل صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ قبلہ ء استاذ صاحب کے شاگرد رشید تھے۔ اور اکثر مجھے فرماتے کہ میں حصول علم کیلئے ہندوستان (متحدہ) میں دور دور تک گیا ہوں تاہم مجھے اگر واقعتاً آج چند لفظ آتے ہیں تو یہ ساری محنت قبلہ استاذ صاحب حاصلانوالہ والوں ہی کی ہے۔ میرے والد گرامی دوران گفتگو قبلہ ء استاذ صاحب کے الفاظ جب بھی بولتے اس سے مراد استاذ صاحب ہوتے میرے والد گرامی نے بتایا کہ شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی بھی قبلہ استاذ صاحب کی تدریس کے معترف تھے۔ اور کہتے تھے کہ ایک غیر مقلد سے مناظرہ سے قبل قبلہ استاذ صاحب نے جو نکات ہمیں بتائے ان سے ہمیں یہ علم کا سمندر نظر آئے۔ قبلہ استاذ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجود اللہ کریم کی ایسی نعمت تھا جو بلاشبہ اپنی مثال آپ ہے۔

محمد عتیق الرحمٰن
سجادہ نشین ڈھانگری شریف

صہرِ محدث اعظم

حضرت استاذ العلماء استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولٰینا محمد ذوالفقار احمد صاحب دامت فیوضہم القدسیہ۔ صہرِ حضرت محدث اعظم پاکستان۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افسوس صد افسوس کہ حضرت سلطان الفقہاء کا انتقال پر ملال اہل علم کیلئے بالخصوص ایک عظیم سانحہ سے کم نہیں۔ ایک علم کا باب دنیائے فقہ سے رخصت ہو گیا۔ آپ حضرت فقہ کے عظیم استاذ بلکہ امام الفقہ آپ کا لقب علمائے فقہ میں مسلم ہے۔ حضور کے سامنے دیگر علوم مثلاً علم معانی و منطق اس طرح تھے گویا کہ آپ آغوش علم میں پلے ہیں۔ بالخصوص اصول فقہ میں دسترس اتنی تھی گویا بحر العلوم کی شرح تھے۔ مسلم الثبوت پڑھاتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ یہ علم کا بحر بیکنار ہے۔ بیک وقت ریاضی دان بھی تھے اور بلند پایہء فلسفی بھی۔ علم کی بلندیوں میں آپ محدث اعظم پاکستان رحمتہ اللہ علیہ کے ہم پلہ تھے۔ یہی وہ خوبی تھی جس کے باعث حضرت حافظ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت محدثِ اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولا سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس بندۂ ہیچمداں کی رہنمائی فرمائی کہ اگر آپ نے شمس بازغہ اور مطول پڑھنی ہے تو حضرت سلطان الفقہاء علامہ سلطان احمد صاحب (علیہ الرحمتہ) کے حضور زانوئے تلمذتہ کریں۔

الحمد للہ آپنے کرم فرمایا مجھے حلقہء تلمیذ میں داخل فرمایا۔ علم کی معراج پر فوق ذی کل علم علیم سمجھتے ہوئے مجھے حضرت کا امتیاز تقوٰی معلوم ہوتا ہے۔

آپ کے شب و روز تقوی میں حضرت بایزید کی مثل تھے۔ میں نے بڑے بڑے فقہاء کی خدمت میں حاضری دی ہے۔ لیکن حضرت کو ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم کی صحیح اور سو فیصد تصویر پایا۔ اس بناء پر بندہ کے نزدیک آپ کا مقام تقوی میں علمائے حق کے درمیان حضرت بایزید بسطامی کا سا ہے۔

حضرت قبلہ اپنے شیخ طریقت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سنت پر عمل کے لحاظ سے شیخ کے مجسم تصویر تھے۔ حضور کا ایسا عمل جو کہ پورے پاکستان بلکہ عرب و عجم میں نظر نہیں آیا کہ آپنے تعلیم دین اور خدمت دین میں فی سبیل اللہ کی ہے تنخواہ نہیں لی۔ رزق حلال اپنے ہاتھ سے کما کر علم دین کی خدمت کی۔

فقط والسلام الفقری الی مولا علی
محمد ذوالفقار علی رضوی
خویدم العلماء الحق
المتوطن سانگلہ ہل
۲۶ محرم شریف ۱۴۲۰ھ

امام الصرف والنحو

حضرت استاذ الاساتذہ استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر امام النحو

مولانا محمد نواز صاحب گوجرانوالہ

میں اور حضرت حافظ الحدیث قبلہ شیخ سیدّ جلال الدین شاہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ استاذء عالیہ بھکھی شریف اور حضرت جامع المعقول والمنقول پیر طریقت پیر سید یعقوب شاہ صاحب زیب سجادہ آستانہ عالیہ کیرانوالہ شریف ہم تینوں حاصلانوالہ شریف قبلہ استاذ صاحب کی پاس پڑھنے گئے ہم نے آپ کے پاس کافیہ، جامی، قدوری شریف، کنز الدقائق، شرح تہذیب، قطبی، مطول وغیرہ کتب پڑھیں۔ شرح جامی کو ہم بالتفصیل پڑھنا چاہتے تھے جس کا ہم نے استاذ صاحب سے اظہار بھی کر دیا۔ پس آپ ایک ایک عبارت پر کئی کئی تقریریں فرماتے یہاں تک کہ ہم سیر ہو جاتے پھر آپ فرماتے اس پر اور بھی تقاریر ہیں ہم عرض کرتے نہیں حضور بس فراغت کے بعد ہم گجرات آئے جہاں ہم نے پیر سیدولایت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسے میں حضرت حکیم الامت مفتی محمد احمد یار خان صاحب کی شہرت سنی ہم ان کے پاس جامی کے درس میں شریک ہو گئے مگر ہم اس سلسلے کو تین دن سے زیادہ جاری نہ رکھ سکے کیونکہ وہ ایک دو تقریریں فرماتے اور ہمیں کئی کئی تقریریں ازبر تھیں تب ہم نے گجرات شہر میں ہی حضرت مولانا عبدالحمید صاحب کی جامی میں کمال کی شہرت سنی چنانچہ وہاں جا پہنچے مگر ہم نے چند دنوں میں ہی جان لیا کہ حضرت قبلہ استاذ صاحب حاصلانوالہ کے بعد جامی بس ہے۔

محترم پروفیسر محمد عطاالمصطفیٰ صاحب کا استاذ گرامی کے وصال پر راقم کی طرف تعزیتی خط

محترم و مکرم جناب بھائی محمد رضاء المصطفیٰ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ!

ابھی کچھ دیر قبل حافظ نذیر احمد صاحب (بھکھی شریف والے) حافظ سکندر صاحب کے ساتھ میرے ہاں آئے ہوئے تھے ہم محو گفتگو تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف صفوت اللہ صاحب تھے جنہوں نے بتایا کہ ابھی ان کا پاکستان خالد صاحب سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوا جس سے معلوم ہوا کہ قبلہ استاذ العلماء جناب مولانا سلطان احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

قبلہ استاذ المکرّم کے وصال سے دنیائے علم میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہیں ہو سکے گا علماء حق کے سلسلہ کی ایک ایسی کڑی ٹوٹی ہے جس میں ترویج علم دین کو عبادت کا درجہ دینے کی روایت قصہ ماضی بن گئی آپ کا شمار یقیناً مخلصین لہ الدین میں ہوتا ہے جنہوں نے دین کو اپنی حیات دنیوی کی بہتری کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ حیات دنیوی کو خدمت دین میں صرف کر دیا علم کو سادگی اور اخلاص کے پیکر میں دیکھنے کی حسرت اب کبھی پوری نہیں ہو گی بیسویں صدی کے مادہ پرستی جذبہ جاہ حشم اور دنیوی لالچ کے تیز تر طوفانوں میں جس نے علم دین کے چراغ کو اپنی سادگی اخلاص اور محبت کے جذبہ سے روشن رکھا وہ اس صدی کے اختتام کے ساتھ ہی اپنی بساط زندگی لپیٹ کر چل دیا آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین متین کو قرن اولیٰ کی شکل میں دیکھنے والوں کے لئے مشعل راہ

ہے مجھے پتہ نہیں کہ کوئی یہ کام کرے گا یا نہیں لیکن اگر اس مینارہ نور کا کوئی روحانی بیٹا ان کی کتاب حیات کے ابواب کو قرطاس ابیض پر منتقل کر دے تو آئندہ آنے والی نسلوں میں طالبان دین کے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہو گا اللہ رب العزت قبلہ استاذ المکرّم کے درجات بلند فرماتے اور آپ کے فیوض برکات سے نسل انسانی کو تا قیامت مستفید فرمائے۔ آمین ثم آمین

ہم انشاء اللہ العزیز جمعتہ المبارک کے اجتماع میں بھی دعائے مغفرت کرائیں گے اور بعد میں قرآن خوانی بھی ذاتی طور پر کریں گے۔

میری طرف سے سب کو سلام و دعا

12/5/99

علم و حکمت کا معتبر حوالہ

سلطان العلماء حضرت علامہ سلطان احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال پر ملال سے علمی حلقوں کو ایک شدید دھچکا لگا۔ عظیم اسلاف کے رفتہ رفتہ اٹھتے جانے سے جہالت کی گھٹن محسوس ہونے لگی ہے۔ حضرت سلطان العلماء علم و حکمت کا معتبر حوالہ تھے۔ مجھے متعدد بار آپ کے پاس حاضری کا شرف حاصل ہوا آپ کے یہاں علم و سادگی کو ان کی فطری تعلق کے مطابق یکجا پایا۔ آپ زندگی بھر قرآن و سنت کی ضیاء باریوں سے قلوب و اذہان کو منور کرتے رہے۔ آپ کی صورت میں سرزمینِ حاصلانوالہ پر علوم و معارف کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا رہا۔ آپ جہان استغناء میں آباد تھے۔ ماحول کا تلاطم آپ کو راہِ حق کی جادہ پیمائی روکنے میں ناکام رہا۔ حالات کا مدو جذر آپ کے عقائد و نظریات پر تبدیلی کے اثرات مرتب نہ کر سکا۔ آپ سے ملنے والا شخص آپ کے تشخصی عناصر کو دیکھ کر آپ کو دور متقدمین کے قریب محسوس کرتا۔

11/ مئی کو جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور میں صبح کے وقت طائرانہ نظر نوائے وقت کالموں سے آگے گذر رہی تھی کہ اچانک ایک خبر پر آکر رک گئی وہ خبر بظاہر چھوٹی تھی لیکن وہ ایک بڑے آدمی کی بڑی خبر تھی۔ کہ مسندِ تدریس ایک اور بڑے صدمے سے دوچار ہو گئی ہے۔ دانشکدوں نے ایک بار پھر افسردگی کی چادر اوڑھ لی ہے اور درس گاہوں نے ایک بار پھر اشک باری شروع کر دی ہے بہر حال خبر پڑھ کر جنازہ میں شرکت کیلئے بندہ عازم سفر ہوا پاھڑیانوالی سے مولانا محمد سید شبیر حسین شاہ کی وساطت سے جنازہ میں شرکت ممکن ہو سکی۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے لئے صفیں بن چکی تھیں کہ بندہ بھی وضو

کرتا ہوا شامل ہو گیا۔ علماء و عوام کا ایک جم غفیر تھا اور مردِ حق آگاہ کی زیارت کیلئے لوگ بے چین تھے بالآخر مجھے اس چہرہ کا آخری دیدار نصیب ہوا جس کے گرد تقویٰ و پرہیزگاری اور دینِ متین کی خدمت کا ھالہ تھا۔

حضرت کی تدفین تک..... حضرت قاضی عبدالرحمٰن صاحب کی معیت میں وہیں حاضری رہی۔

صاحبزادہ عبدالصمد عابد صاحب اور قاری محمد اعظم صاحب غم واندوہ سے نڈھال تھے۔

خالق کائنات آپ کے مزار پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا محمد عبداللطیف صاحب مجددی نے فقیر کو بتایا کہ ایک بار ڈنگہ میں قبلہ سلطان العلماء کی حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ مسئلہ ء ظہار پر بحث ہوئی۔ مفتی صاحب کا مؤقف تھا کہ اگر حرفِ تشبیہ موجود نہ ہو پھر بھی ظہار بن جانا چاہیے جبکہ قبلہ استاذِ محترم نے اس کے رد میں قوی دلائل دیئے۔

آصف حضور سلطان

فاضل جلیل عالم نبیل ادیب اریب
حضرت مولانا محمد آصف اشرف جلالی کا نذرانۂ عقیدت

مظہر فہم و فضل تھے منبع عرفان تھے
وہ حقیقت میں حریم علم کے سلطان تھے

مسند تدریس ان پر فخر کرتی تھی بجا
تشنگان علم کی تسکین کا سامان تھے

عمر بھر وہ گوشۂ تدریس میں شاغل رہے
وہ جہان سادگی کا واقعی عنوان تھے

وہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی آبشار
وہ عقائد حق و باطل کیلئے میزان تھے

کتنی یادوں میں ہے ان کا تذکرۂ سوز نہاں
کتنی راتوں کیلئے وہ فجر کی اذان تھے

آج زیر خاک ہیں وہ مخزن علم و ورع
درد مندوں کیلئے جو درد کا درمان تھے

قلم آصف کیا بتائے ان کی عظمت کا پتہ
وہ فقیہ بے بدل اور چشمۂ فیضان تھے